ماہنامہ

# نوائے صوفیہ

انٹرنیشنل
اسلام آباد

شمارہ نمبر ۵۳ قیمت بارہ روپے نومبر ۱۹۹۹ء




جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ لاہور

# مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ ڈیرہ دون سے تعاون کی اپیل

بحمداللہ مخلص دینی بھائیوں اور کارکنوں کے جہد مسلسل اور جذبہ ایمانی سے سرشار اہل صوفیہ نوربخشیہ کے جانی ومالی تعاون کی بدولت امباڑی ضلع ڈیرہ دون میں ۲۱ مارچ سے درس وتدریس کا آغاز ہو چکا ہے جہاں ۱۰۰ طلباء دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ یہ مدرسہ ہندوستان کے اہل صوفیہ نوربخشیہ کے دیرینہ خوابوں کی تعبیر ہے۔ تمام اقامتی طلباء کی تعلیم وتربیت، خوراک، پوشاک اور رہائش کا مفت بندوبست موجود ہے۔ اس کے علاوہ مدرسہ کی عمارت کی تعمیر بھی جاری ہے لہذا تمام اہل صوفیہ نوربخشیہ سے چاہے وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں مقیم ہوں اپیل کی جاتی ہے کہ وہ اپنے صدقات، فطرہ و زکوٰۃ اور چندہ جات سے تعاون فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں۔ تاکہ مستقبل میں یہ درسگاہ مسلک صوفیہ نوربخشیہ اور اسلام کا مضبوط نظریاتی قلعہ ثابت ہو۔

تعاون کے طالب:

۱۔ انجمن صوفیہ نوربخشیہ ویلفیر آرگنائزیشن امباڑی

۲۔ انجمن صوفیہ نوربخشیہ ویلفیر آرگنائزیشن پرتاپور نوبرا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

# ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹر نیشنل

شمارہ نمبر ۵۳ قیمت بارہ روپے نومبر ۱۹۹۹ء

بانی: ڈاکٹر غازی محمد نعیم، مدیر: علامہ محمد بشیر، آرٹ ڈیزائننگ: جی ایچ معروفی

نوائے صوفیہ میں چھپنے والے تمام مضامین اور خبروں کی ذمہ داری مضمون نگار اور نامہ نگار حضرات پر عائد ہوتی ہے

خط وکتابت کا پتہ : 358-A سیکٹر نمبر G-6/1-1 اسلام آباد پاکستان

## فہرست مضامین

تفکر و تدبر

# زندگی زندہ دلی

ڈاکٹر غازی محمد نعیم ایم اے

دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ

حکیم الامت علامہ محمد اقبال نے اپنے اس شعر میں مردہ دلی اور افسردگی کو امت مسلمہ کا حقیقی مرض قرار دیتے ہوئے زندہ دلی کو اس کا علاج تجویز فرمایا ہے۔

انسانی وجود کو لاحق ہونے والی کچھ بیماریاں ایسی ہوتی ہیں جو بہت سے دیگر عوارض و آفات کی وجہ اور بہت سی اور بیماریوں کی جڑ ثابت ہوتی ہیں ان میں سے ایک مہلک بیماری مردہ دلی اور دائمی افسردگی ہے کیونکہ اہل فکر کے نزدیک زندگی ایک ذہنی کیفیت (STATE OF MIND) کا نام ہے یعنی ہم وہ نہیں جو ہم 'سمجھتے' ہیں بلکہ ہم وہ ہیں جو ہم 'سوچتے' ہیں۔ اس بیان میں ایک لطیف نکتہ پوشیدہ ہے وہ یہ کہ بے شک ہم اپنے تئیں ذہنی طور پر خود کو صحت مند سمجھتے ہوں لیکن ہمارے دماغ میں ہمہ وقت منفی خیالات اور جذبات کی گردش رہتی ہو تو در حقیقت ہم ذہنی مریض ہیں اور اس مرض سے شفایابی کا بنیادی نسخہ یہ ہے کہ ہم اپنی سوچ کو مثبت بنائیں اور اپنے بارے میں اور دنیا کے بارے میں اچھی اور امید افزا باتیں سوچیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا سوچوں پر انسان کا قابو ہوتا ہے کہ ہم انہیں اپنی مرضی کے مطابق ڈھال سکیں اور اپنے جذبات و احساسات کا جدھر چاہیں رخ موڑ سکیں۔ یقیناً وہ افراد جو صاحب عقل و شعور ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب ارادہ اور اولوالعزم ہوتے ہیں وہ اپنی ذہنی اور باطنی ریاضت کے زور سے اپنی سوچ کو مثبت انداز میں ڈھالنے میں کامیاب رہتے ہیں۔ جن لوگوں کی عقل اور شعور کی سطح پست ہو اور ارادہ کمزور ہو انہیں رہنمائی کے لئے کسی صاحب علم و فراست معالج سے رجوع کرنا چاہئے۔ ایسے معالج کے روحانی علاج (PSYCHOTHERAPY) سے یہ ممکن ہے کہ ان کے منفی جذبات کا انخلا (CATHARSIS) ہو اور منفی جذبات کی جگہ مثبت جذبات لے لیں۔

## مردہ دلی کیا ہے؟

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ مردہ دلی جو زندہ دلی کی ضد ہے ایک طرح کی نفسیاتی اور روحانی بیماری ہے۔ یہ بیماری ان افراد کو بھی لاحق ہوتی ہے جو عزت نفس (SELF ES-TEEM) اور جوش حیات سے محروم ہوں اور وہ اقوام بھی اس کا شکار ہوتی ہیں جن میں قومی تفاخر (NATIONAL PRIDE) اور قومی نصب العین کا فقدان ہو۔ یہ منفی کیفیات فرد کی انفرادی خودی اور قوم کی اجتماعی خودی کے حق میں زہر قاتل کا حکم رکھتی ہیں۔

عزت نفس سے محروم فرد ایک احساس جرم اور احساس گناہ کا بھی شکار رہتا ہے جس کا لازمی نتیجہ احساس کمتری (INFERIORITY COMPLEX) کی صورت میں نکلتا ہے۔ احساس کمتری بذات خود ایک ایسا مرض ہے جو انسانی صلاحیتوں کو گھن کی طرح چاٹ لیتا ہے۔ پس احترام ذات سے

عاری اور احساس کمتری کا شکار شخص اپنی صلاحیتوں کو ناقابل بھروسہ اور اپنی زندگی کو لایعنی اور بے مقصد سمجھتا ہے۔ اس کی زندگی کی کوئی منزل نہیں ہوتی اور اس کا ہر عمل بے جہت اور بے ربط ہوتا ہے۔ یہی صورت حال مجموعی قومی زندگی میں بھی پیش آتی ہے کہ اعتماد سے محروم قومیں کسی بھی بلند نصب العین سے عاری ہو کر حریصانہ اور خود غرضانہ طرز عمل اپناتی ہیں۔ وہ بلند کرداری اور قومی حمیت کو غیر متعلقہ چیز خیال کرتی ہیں۔ ان کی اجتماعی سوچ غلاموں کی سوچ ہوتی ہے اور وہ ہر شعبۂ زندگی میں آزاد قوموں کی نقالی کے علاوہ اپنی قومی انفرادیت اور تشخص کو منوانے کے لئے کوئی اقدام نہیں کرتیں۔ یوں افراد قوم کا جذبۂ عمل ماند پڑ جاتا ہے اور نہ صرف ترقی کی دوڑ میں وہ باقی دنیا سے وہ پیچھے رہ جاتے ہیں بلکہ بسا اوقات سامراجی تسلط اور اغیار کی سیاسی و معاشی غلامی سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔

## علاج کی صورتیں:

طبی اصول کے مطابق مرض کی صحیح تشخیص کے بعد اس کے قابل علاج ہونے کی صورت میں علاج نہایت آسان ہو جاتا ہے بشرطیکہ مریض کے دل میں علاج کی حقیقی خواہش اور علاج کے جملہ اسباب ولوازمات موجود ہوں۔ اسی حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ نے اپنے مذکورہ شعر میں قوموں کی اس کہنہ بیماری کا جو مردہ دلی کے نام سے موسوم ہے حقیقی علاج یہی تجویز فرمایا ہے کہ دل مردہ کو زندہ کر لیا جائے۔ اس علاج کے مضمرات اور مدارج حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اس علاج کا پہلا لازمی مرحلہ تو یہ ہے کہ آدمی اپنے اندر احترام نفس کو اجاگر کرے اور مثبت تاثرات (POSITIVE SELF IMAGE) کو قائم کرے۔ ہم میں سے اکثر لوگ ایک بے جواز احساس گناہ اور احساس جرم کا شکار رہتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہ احساس انسانی صلاحیتوں کے لئے زہر قاتل ہے اور اس سے چھٹکارا پانے کے لئے تحلیل نفسی اور ذہنی ریاضت ضروری ہے۔ اس علاج کی دو ممکنہ صورتوں کا بیان بھی اوپر ہو چکا ہے۔

۲۔ ارباب دانش (INTELLECTUALS) اور ارباب رائے (OPINION MAKERS) کا یہ بنیادی فریضہ ہے کہ وہ ناامیدی کی جگہ امید کا پرچار کریں۔ افراد قوم کو حالات وحقائق کا ہمیشہ منفی رخ دکھانے کی بجائے مثبت رخ بھی دکھائیں۔ فی زمانہ ذرائع ابلاغ (MEDIA) کا اس سلسلے میں بنیادی کردار ہے۔

۳۔ ارباب دانش اور ذرائع ابلاغ ہی کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ افراد قوم میں تفکر کو اجاگر کرنے کی کوشش کریں۔ سائنسی ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ جانے والی قوموں کے لئے احساس کمتری کا شکار ہونا چنداں ضروری نہیں ہے۔ غربت اور پسماندگی کوئی جرم نہیں یہ جس کے لئے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا جائے، البتہ اس جمود، کسلمندی اور غفلت شعاری کا جواز نہیں جس کا نتیجہ غربت وجہالت کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ مزید براں قومی تفکر کے لئے صرف معاشی ترقی ضروری نہیں بلکہ قومی روایات کی پاسداری، جذبۂ حب الوطنی اور علم و آگہی کی دولت پر غریب قومیں بھی ناز کر سکتی ہیں اور پھر اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ کرتے ہوئے وہ معاشی ترقی کی دوڑ میں بھی آگے نکل سکتی ہیں۔

امت مسلمہ کے ہاں فقر اور غنا کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ فقر غیور وہ ہے جو غیرت مند قوم کو اغیار کی دریوزہ گری سے روکے۔ چنانچہ حکیم الامت علامہ اقبال بھی اپنے صاحبزادے کے نام لکھی گئی نظم میں یہی پیغام دیتے ہیں۔

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر
اٹھا نہ شیشہ گران فرنگ کے احساں
سفال ہند سے مینا و جام پیدا کر

بس اگر کوئی فرد یا قوم اپنی عزت نفس کو بحال کرے اور اس دائمی افسردگی اور قنوطیت سے نکل آئے جو ایک مہلک مرض ہے تو دل مردہ کو زندہ کرنا ممکن ہے۔

## زندہ دل کون؟

زندہ دل وہ نہیں جو سوقیانہ مذاق اور جگت بازی کا ماہر ہو۔ مسخرہ پن زندہ دلی نہیں ہے گو مزاح لطیف مستحسن ہے اور خود سیرت نبویؐ میں بھی اس کی خوبصورت مثالیں ملتی ہیں لیکن اس زندہ دلی اس سے عظیم تر چیز ہے۔ یہ اس کیفیت کا نام ہے جو عزت نفس، ذوق خودی اور خود اعتمادی کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ یہ ایک محرک قوت ہے جو انسان کے جذبہ عمل کو مہمیز کرتی ہے، جو انسان کو اس بات کا شعور دلاتی ہے کہ وہ خلیفۃ اللہ فی الارض کے منصب پر فائز ہے اور تلاش ذات، عرفان رب اور تسخیر کائنات کے فرائض اسی کو سونپے گئے ہیں۔

ہماری موجودہ قومی زندگی میں جس بات کی کمی شدت سے محسوس کی جا رہی ہے وہ اسی زندہ دلی اور رجائیت کا فقدان ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ نہ تو ہمارے افراد کی صلاحیتیں دیگر قوموں سے فروتر ہیں اور نہ ہمارے قومی وسائل دیگر قوموں سے کمتر ہیں ہم کاسۂ گدائی لے کر دربدر پھرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارا قومی ورثہ مٹی کا حرم ہے مرمر کے محل نہیں۔ ہمیں اپنی قومی روایات پر فخر کرنے کا سلیقہ سیکھنا چاہئے اور ساتھ ہی ساتھ اپنی صلاحیتوں پر اعتماد کرتے ہوئے علم و سائنس کی دنیا میں دیگر قوموں کے شانہ بشانہ چلنا چاہئے۔ سطور بالا میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ محض لفاظی نہیں ہے بلکہ اس سنگین مرض کا حقیقی علاج ہے جو بحیثیت فرد اور بحیثیت قوم ہم سب کو لاحق ہے۔☆

| |
|---|
| مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مر جائے |
| کہ زندگی ہے عبارت تمہارے جینے سے |

## بقیہ نفسِ امارہ کی سرکوبی

وہ نفسانی خواہشات کو نیکی و بھلائی اور فوز و فلاح کے کاموں کی جانب موڑ دیتے ہیں۔ اپنے نفس کی خواہشات کی بجائے خالق مطلق کی خواہش و رضا کی پیروی کرتے ہیں اور یوں تخلق باخلاق اللہ سے متصف ہو جاتے ہیں اور روحانی و باطنی مسرت و شادمانی سے سرشار ہوتے ہیں۔ یہ مسرت انہیں اس ریاضت و مجاہدے کی بدولت ہوتی ہے جو وہ خواہشات اور نفس امارہ کے تقاضوں کو کچلنے کے لئے بجا لاتے ہیں۔ شاید اسی لئے نفس کے خلاف جنگ کو جہاد اکبر کہا گیا ہے اور اس کو کچلنے کو بڑا کارنامہ قرار دیا گیا ہے۔

بقول شاعر

نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

ضرورت اس امر کی ہے کہ نفس امارہ کی مناسب تربیت کے لئے بزرگان تصوف نے جو ریاضات اور مجاہدے مقرر کئے ہیں ان کے ذریعے ہم اس کی لامتناہی ضروریات کی بھول بھلیوں میں پھنس کر رہ جانے سے بچنے کی کوشش کریں کیونکہ سفلی خواہشات و جذبات انسان کو مقصدِ اعلیٰ سے محروم کرنے کا موجب بنتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نفس امارہ کے شر سے محفوظ و مامون فرما کر نفس مطمئنہ کی دولت سے سرفراز فرمائے۔ آمین☆

الکتاب

# قرآنِ مجید

مولوی عبدالحمید فاضل عربی، ایم۔اے، بی۔ایڈ

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین

## الفاظ و معانی:

ریب: شک

عبدنا: ہمارے بندے

فاتوا: لے آؤ

ادعوا: بلاؤ

شھداء: گواہوں، مددگاروں

من دون اللہ: اللہ کے علاوہ

## ترجمہ:

اگر تمہیں شک ہو اس میں جو ہم نے نازل کیا اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورۃ اس جیسی اور اپنے مددگاروں کو بلاؤ جو اللہ کے علاوہ ہیں، اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو۔

## تشریح:

کفار و مشرکین قرآن مجید کی حقانیت اور نبی اکرمؐ کی رسالت کی صداقت پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے اور انکار کے لئے حیلہ بہانہ ڈھونڈتے۔ اس آیت کریمہ میں رسالت کی تصدیق بھی ہے اور قرآن کی حقانیت کا بیان بھی۔

کفار و مشرکین رسول اللہ کی رسالت پر جو اعتراضات کرتے تھے ان میں سے بعض یہ تھے۔

## پہلا اعتراض:

رسولؐ ہماری طرح بشر ہیں۔

قرآن مجید ان کے اس اعتراض کو یوں بیان فرماتا ہے۔

قالوا ما انتم الا بشر مثلنا

وہ کہتے کہ اے رسولو تم ہماری طرح انسان ہو۔

قرآن اس کا جواب یوں دیتا ہے۔

قالت ان نحن الا بشر مثلکم ولکن اللہ یمن علیٰ من یشاء من عبادہ

رسول جواب دیتے کہ بے شک ہم بھی تمہاری طرح بشر ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرماتا ہے (اور اپنی رسالت کے لئے چن لیتا ہے)

## دوسرا اعتراض:

کبھی بشری تقاضوں کو دیکھ کر یوں اعتراض کرتے۔

ما لھذا الرسول یاکل الطعام و یمشی فی الاسواق لو لا انزل الیہ ملک فیکون معہ نذیراً او یلقیٰ الیہ کنز او تکون لہ جنۃ یاکل منھا (الفرقان ۸)

"یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے، بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟ کیوں نہ اتارا گیا ان کے ساتھ فرشتہ کہ اس کے ساتھ ڈر سناتا یا غیب سے کوئی خزانہ مل جاتا، یا ان کا کوئی باغ ہوتا جس میں سے

کرتے۔

اب اس اعتراض کا قرآنی جواب ملاحظہ کیجئے۔

وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انھم لیاکلون الطعام و یمشی فی الاسواق و جعلنا بعضکم بعض فتنة ( الفرقان ۲۰ )

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب ایسے تھے کہ کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے اور ہم نے تم میں ایک دوسرے کو جانچ لیا ہے۔

## تیسرا اعتراض :

تیسرا اعتراض یوں وارد ہوتا ہے۔ کہ قرآن کسی فرشتے کے ذریعے ہم پر کیوں نہ اتارا۔ قرآن کہتا ہے۔

و قال الذین لا یرجون لقاء نا لو لاانزل علینا الملائکة او نری ربنا ( الفرقان )

اس نامعقول اعتراض کا جواب قرآن مجید میں یوں دیا گیا ہے۔

ولو جعلناه ملکاً لجعلناه رجلاً وللبسنا علیھم ما یلبسون ( الانعام ۹ )

اگر ہم نبی کو فرشتہ کرتے جب بھی اسے مرد ہی بناتے اور ان پر وہی شبہ رکھتے جس میں وہ اب بھی پڑے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرمؐ کے لئے عبدنا کا لفظ استعمال فرما کر ان کے ان تمام اعتراضات کا رد کر دیا اور فرمایا کہ ہم نے اپنے بندے پر جو کچھ نازل کیا ہے اسے ماننا پڑے گا۔ جب تک رسول کی صداقت کو تسلیم نہیں کیا جاتا قرآن کو ماننے کا سوال ہی پیدا نہیں کیونکہ جب تک خبر دینے والے (نبی) پر یقین نہ ہو اس کی دی جانے والی خبر (قرآن) پر تم کس طرح یقین کر سکتے ہو۔

## فاتوا بسورة:

کفار و مشرکین اعتراض کرتے کہ یہ نبی اپنی طرف سے بنا بنا کر اللہ کی طرف منسوب کر کے پیش کرتا ہے تو قرآن نے ان کے اعتراض کا جواب یوں عطا کیا ہے۔ جو ان کے لئے چیلنج بھی ہے اور حقانیت قرآن کی دلیل بھی۔

## دلیلِ حقانیت :

قرآن مجید نے کئی مقامات پر کفار اور منکرین قرآن کو چیلنج دیا ہے۔ سورہ سبحان الذی میں یوں ارشاد ہوتا ہے۔

قل لئن اجتمعت الانس و الجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیراً

اگر سارے انس و جن جمع ہو کر ایک دوسرے کے لئے مددگار بن کر بھی اس قرآن کی مثال پیش کرنا چاہیں تو وہ نہیں کر سکتے۔

سورۃ القصص میں یوں ارشاد فرمایا۔

فاتوا بکتب من عند اللہ

(اگر تم سچے ہو تو) کوئی اور ہدایت والی خدا کی کتاب لاؤ۔

جب اس چیلنج کو قبول کرنے پر کوئی آمادہ نہ ہوا تو قرآن نے اس میں تخفیف کر دی اور یوں فرمایا۔

ام یقولون افتراہ قل فاتوا بعشر سور مثلہ

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو پیغمبر نے خود گھڑ لیا ہے تو (اے رسول) آپ کہہ دیجئے کہ اس قرآن کی جیسی دس سورتیں لے آؤ۔

جب منکرین اس چیلنج کو بھی قبول نہ کر سکے تو قرآن نے اس میں مزید کمی کر دی اور فرمایا۔

فاتوا بسورة من مثلہ ( سورة البقرہ ۲۳ )

اگر تمہیں اس قرآن میں شک ہو جو ہم نے اپنے برگزیدہ بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی ایک سورۃ لے آؤ۔

جب ایک سورۃ بھی نہ لا سکے تو قرآن نے آخر ان کو یوں دعوت دی۔

فلیاتوا بحدیث مثلہ ان کانوا صادقین (الطور)

اگر تم سچے ہو تو اس قرآن کی جیسی ایک بات لے آؤ۔

صاحب ضیاء القرآن اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں

"یہ دلیل ہے قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے اور حضورؐ کی رسالت کی۔ یہ چیلنج صرف عرب کے شعراء و بلغاء کے لئے نہیں بلکہ عرب و عجم کے سب منکرین کو دیا جا رہا ہے۔ اسلام کے دشمنوں کے لئے کتنا آسان طریقہ تھا کہ تین آیتیں ایک سورۃ کی بنا کر قرآن کے اس چیلنج کا جواب دے دیتے اور اس طرح قرآن، نبوت اور اسلام کی صداقت اور عظمت کو یک دم ختم کر کے ایک کرشمہ ساز کار کا منظر دکھا دیتے لیکن چودہ صدیاں گزر چکی ہیں اور شرق و غرب کے بدخواہ اپنی بے چین خواہشوں، لگاتار کوششوں اور جاں گسل کاوشوں کے باوجود اس چیلنج کا جواب نہیں دے سکے اور نہ قیامت تک دے سکیں گے جس کی قرآن نے پیش گوئی کر دی ہے تو اب کسی انصاف پسند ذی ہوش کے لئے یہ ماننے میں انکار کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور جس عبد مقرب پر یہ قرآن نازل ہوا ہے وہ اللہ کا برگزیدہ رسول ہے۔

## سورۃ العصر جیسا کلام پیش کر دیا؟

حضرت عمرو بن العاصؓ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے ایک وفد کے ساتھ مسیلمہ کذاب کے پاس گئے تو مسیلمہ کذاب نے ان سے پوچھا کہ تم مکہ سے آرہے ہو بتاؤ آج کل کوئی تازہ وحی بھی نازل ہوئی ہے انہوں نے کہ کہ ابھی ابھی ایک مختصر سی سورۃ نازل ہوئی ہے جو فصیح و بلیغ بھی ہے اور جامع و مانع بھی۔ پھر سورۃ العصر پڑھ کر سنائی تو مسیلمہ نے کچھ دیر سوچ کر اس کے مقابلے میں کہا کہ مجھ پر بھی ایک سورۃ نازل ہوئی ہے۔ عمرو نے کہا ہاں تم بھی سناؤ۔ مسیلمہ نے کہا۔

یا وبر یا وبر انما انت اذان وصدر و سائرک حفر و نقر

"اے جنگلی چوہے، اے جنگلی چوہے تیرا وجود دو کانوں اور سینے کے سوا اور کچھ نہیں باقی تو تو سراسر حقیر اور کمتر چیز ہے۔"

پھر فخریہ کہنے لگا کہو اے عمرو کیسی کہی، عمرو بن العاص نے کہا مجھ سے کیا پوچھتے ہو اسے تو تو خود جانتا ہے کہ سراسر کذب و بہتان ہے، بھلا کہاں تمہارا یہ فضول کلام اور کہاں حکمتوں سے پر وہ کلام؟ ☆

## آیت نمبر ۲۴:

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس و الحجارۃ اعدت للکافرین

جب تو نے یہ نہ کیا اور ہرگز نہیں کر سکتے تو اس آگ سے ڈر جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں جو کافروں کے لئے تیار کر رکھی ہے

جب کفار قرآن کی حقانیت کو رد کرنے کے لئے اس کی مثال پیش نہ کر سکے اور قرآن نے دعویٰ کیا کہ قیامت تک وہ ایسا نہیں کر سکیں گے تو اب انہیں حق کی طرف دعوت دی جا رہی ہے کہ اب قرآن اور رسول کو سچا مان لو تاکہ اس دردناک عذاب سے بچ سکو جس کا ایندھن دنیا کی طرح لکڑی، گیس اور کوئلہ نہیں ہوگا بلکہ اس کا ایندھن کفار و مشرکین اور وہ پتھر کے بنے ہوئے بت ہوں گے جنہیں وہ پوجتے تھے۔ یہ آگ تو خالص حق کو نہ ماننے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے لہذا تمہارے اس عذاب الیم سے بچنے کی صرف ایک صورت ہے کہ ہٹ دھرمی، سرکشی اور نافرمانی چھوڑ کر حق کے آگے سر تسلیم خم کرو اور باطل کے پجاری بنے کی بجائے حق کے پجاری بن جاؤ۔ ☆

الحدیث

# نفسِ امارہ کی سرکوبی

غلام حسن نوربخش فاضل عربی، ایم اے

اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک

ترجمہ : "اپنے اس دشمن سے دشمنی کرو جو تمہارے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔"

یہ حدیث نبوی مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز، الجامع الصغیر، کشف الخفا اور احیاء العلوم وغیرہ میں اسی طرح نقل ہوئی ہے جس میں آقائے دوجہاں سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نفس کی سرکوبی، مخالفت اور دشمنی کا حکم دیا ہے جو انسان کے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔ علمائے حدیث اس دشمن سے مراد نفس امارہ لیتے ہیں اور اس کے خلاف جہاد کو جہاد اکبر قرار دیتے ہیں۔ اس ضمن میں نفس امارہ سے جنگ کرنے والے کو مجاہد اور غازی کہتے ہیں۔ اصطلاح تصوف میں اسے ریاضت و مجاہدہ کہتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی خواہشات، رجحانات اور نفسانی تقاضے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ بقول کے

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے

یہ خواہشیں اور تقاضے جس قدر محدود ہوں اسی قدر آدمی امن و سکون میں رہتا ہے جبکہ ان کا پھیلاؤ انسان کے مصائب و آلام میں اضافے کا موجب بنتا ہے، یوں وہ روحانی مسرتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ اسی لئے بزرگان دین یہ مشورہ دیتے ہیں کہ نفس کو بے لگام نہ چھوڑا جائے بلکہ اس کو حدود و قیود شرعی اور قدر و کفایت میں مقید و محدود رکھا جائے۔ اگر نفس کی خواہشات اور مطالبات کو محدود کر لیا جائے تو وہ بتدریج اسی پر مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اس کے مطالبات پورے کرنے کا سلسلہ شروع ہو تو یہ لامتناہی سلسلہ کہیں نہیں رکتا اور انسان کو گمراہی اور تباہی کے دہانے تک پہنچا کر دم لیتا ہے۔ بزرگوں نے نفسانی خواہشات کا دوسرا نام تلبیس ابلیس یعنی شیطان کی فریب کاری بھی رکھا ہے۔ بقول شاہ ہمدانؒ :

تاکی یک آرزوی خود تمام
در تو صد ابلیس زاید و السلام

بزرگان تصوف نے نفس کی تین قسمیں بتائی ہیں۔

(۱) نفس امارہ (۲) نفس لوامہ (۳) نفس مطمئنہ

نفس امارہ ان لوگوں میں پورے شباب پر ہوتا ہے جو توبہ انابت سے محروم رہتے ہیں اور نفس کے تقاضے پورے کرتے ہوئے خواہشات کی رو میں بہہ کر حلال و حرام اور جائز و ناجائز میں تمیز کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔

نفس لوامہ ان لوگوں میں ہوتا ہے جو نفس کو بے لگام نہیں چھوڑتے نفس کے بعض خواہشات کی تکمیل اور بعض کی مخالفت کرتے ہیں۔ جب وہ نفس کی خواہشات کی رو میں بہہ جاتے ہیں تو ان کا ضمیر انہیں ملامت کرتا ہے اور یوں وہ توبہ و انابت سے مشرف ہوتے ہیں۔

نفس مطمئنہ ان لوگوں کا خاصہ ہوتا ہے جو نفس کو پوری طرح تابع فرمان بنا چکے ہیں چنانچہ (باقی صفحہ ۴ پر)

فقہ (گزشتہ سے پیوستہ)

# مجموعۂ شریعتِ محمدیہؐ

ابو العرفان علامہ محمد بشیر

و امّا ادب الیدن حال القیام فیجوز ارسالھما حذآء الفخذین و یجوز عقدھما بان یّضع الیمنی علی الیسری امّا تحت السّرۃ او فوقھا تحت الصّدر والاولیٰ فی الصّیف ارسالھما و فی الشّتآء عقدھما وفی القعود الّذی ینوب القیام ان لّم یتربّع ینبغی ان یّضعھما تحت الصّدر لئلاّ یلتبس ھذا القعود بالتّشہّد O

## ترجمہ :

قیام کی حالت میں دونوں ہاتھوں کے آداب یہ ہیں کہ دونوں کو رانوں کے مقابل چھوڑے رکھنا بھی جائز ہے اور ناف کے نیچے یا ناف کے اوپر سینے کے نیچے دائیں کو بائیں پر رکھنے کی صورت میں دونوں ہاتھوں کا باندھ کے رکھنا بھی جائز ہے۔ گرمی میں دونوں ہاتھوں کا چھوڑ کے رکھنا اور سردی میں دونوں ہاتھوں کا باندھ کے رکھنا بہتر صورت ہے۔ قیام کی جگہ لینے والی حالتِ قعود میں اگر چارزانو ہو کر نہ بیٹھے تو دونوں ہاتھوں کو سینے کے نیچے رکھنا چاہئے تاکہ یہ قعود تشہد والے قعود کے مشابہ نہ ہو جائے۔

## وضاحت :

مذکورہ عبارتوں میں نماز گزار کی حالت قیام میں ہاتھوں کے آداب کے بارے میں امورِ ذیل کی نشاندہی کی گئی ہے۔

۱۔ نوعیت

۲۔ نفسِ جواز

۳۔ بہتر صورت

۴۔ چارزانو ہو تو

۵۔ چارزانو نہ ہو تو

## تفصیل وضاحت :

۱۔ "نوعیت" کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھوں کے بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ نماز کے واجبات اور مسنون افعال میں سے کسی کے بھی شمار میں نہیں ہے۔ یعنی ہاتھوں کا حکم نہ واجبات نماز میں شامل ہے اور نہ ہی مسنونات نماز میں، بلکہ یہ ایک اور معاملہ ہے جسے آداب کا نام دیا گیا ہے۔ گویا نماز گزار جب نماز کی بجاآوری کے لئے قیام کی حالت پہ آتا ہے تو اس کے لئے اپنے ہاتھوں کی کوئی ایک حالت شرعاً ضروری قرار نہیں دی گئی ہے۔ لہٰذا اس کی نوعیت واضح ہو گئی کہ ہاتھوں کی حالت میں شرعاً حریت وضع کارفرما ہے۔

۲۔ "نفسِ جواز" کا مطلب یہ ہے کہ شرعاً ہاتھوں کا چھوڑے رکھنا اور ہاتھوں کا باندھ کے رکھنا دونوں کے دونوں جائز ہونے میں مساوات کا درجہ رکھتے ہیں۔ گویا نفسِ جواز میں کسی ایک حالت کو دوسری حالت پر فوقیت حاصل نہیں ہے۔ نماز گزار اپنی چاہت کے مطابق جس حالت کو اختیار کرے اس کے حق میں وہی جائز ہے۔

۳۔ "بہتر صورت" کا مطلب یہ ہے کہ اگر گرمی کا موسم ہو تو نماز گزار اپنے ہاتھوں کو چھوڑے رکھے۔ اگر سردی کا موسم ہو تو وہ اپنے ہاتھوں کو باندھ کے رکھے۔ اس بہتر صورت کی وجہ یہ ہے کہ گرمی میں ہاتھوں کو چھوڑے رکھنے سے سکون ملتا ہے۔ یہ حضور قلب کے لئے بھی ایک مناسب حالت ہے۔ سردی میں ہاتھوں کو باندھ کے رکھنے سے سکون ملتا ہے۔ یہ بھی حضور قلب کے لئے ایک مناسب حالت ہے۔ خوب واضح رہے کہ شرعی احکام کا تعلق اوقات اور حالات کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ حالت کے بدلنے سے حکم بھی بدلتا ہے اور وقت کے تفاوت سے حکم میں بھی تفاوت نمایاں ہوتا ہے۔ یہ اظہر من الشمس مسئلہ ہے۔

۴۔ "چارزانو ہو تو" کا مطلب یہ ہے کہ اگر نمازی بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کے لئے چارزانو ہو کر بیٹھنا بھی جائز ہے۔ اس حالت میں ہاتھوں کے بارے میں "نفس جواز" والی صورت لاگو ہو جاتی ہے۔ چنانچہ نماز گزار اپنی چاہت کے مطابق ہاتھوں کے آداب پر عمل کرے۔

۵۔ "چارزانو نہ ہو تو" کا مطلب یہ ہے کہ اگر نماز گزار بیٹھ کر نماز پڑھے اور وہ چارزانو ہو کر نہ بیٹھے تو اس حالت میں اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں کو باندھ کر نماز پڑھے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اگر اس حالت میں ہاتھوں کو باندھ کے نہ رکھے تو قیام کی جگہ لینے والی یہ حالت قعود اور تشہد والی حالت قعود دونوں کے دونوں یکساں نظر آئیں گی حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ ایک قعود قیام کا قائم مقام ہے اور دوسرا قعود تشہد کے لئے ہوا کرتا ہے۔ لہذا دونوں میں فرق پیدا کرنے کی خاطر چارزانو ہو کر نماز نہ پڑھتا ہو تو ہاتھوں کو سینے کے نیچے باندھ کے رکھنا بہتر صورت ہے۔ ☆

## بقیہ آپ کے مسائل اور ان کا حل

جس طرح سے حیض اور نفاس کی حالتوں میں بیوی سے جنسی رابطہ حرام ہے، اسی طرح جنسی بے راہ روی بھی حرام ہے۔

جواب نمبر ۵۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

جنسی بے راہ روی اختیار کرنا اقسام طلاق کے اسباب میں شامل نہیں ہے لہذا اگر کسی شوہر سے اس قسم کا فعل سرزد ہو جائے تو اس سے اس کی بیوی کو کوئی طلاق نہیں پڑے گی البتہ وہ ایک فعل حرام کا مرتکب قرار پائے گا اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے کئے پر دل سے پشیمان ہو کر حقیقی توبہ گزار بن جائے اور آئندہ ایسے کام سے کنارہ کش رہے۔ بعض مکاتب فکر کے ہاں اپنی بیوی سے جنسی بے راہ روی اختیار کرنا روا قرار دیا گیا ہے تاہم باعث کراہت بھی قرار دیا گیا ہے۔

امید ہے کہ سوال کنندگان اپنے سوالات کے جوابات سے مطمئن ہوں گے۔ ☆

## بقیہ احوال حضرت شیخ معروف کرخیؒ

کے عالم میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیٹے کی بازیابی کے لئے دعائے خیر کی درخواست کی۔ آپ نے دعا کی "اے اللہ کوئی شبہ نہیں کہ آسمان تیرا آسمان ہے اور زمین تیری زمین ہے اور جو کچھ زمین اور آسمان کے درمیان ہے وہ بھی تیرا ہے تو اس لڑکے کو یہاں پہنچا دے۔ خلیل کہتا ہے کہ میں اس کے بعد باب الشام تک ہی آیا تھا کہ دیکھتا کیا ہوں کہ لڑکا کھڑا ہے۔

(جاری ہے)

احوالِ صوفیاء (سلسلۃ الذھب)

# احوالِ حضرت شیخ معروف کرخیؒ

مولانا حیدر علی مچلوی

## نام و نسب :

معروف نام، ابو محفوظ کنیت، والد ماجد کا نام فیروز یا فیروزان تھا۔ بغداد میں ایک محلہ کرخ نام کا تھا وہاں کا باشندہ ہونے کے باعث کرخی کہلاتے تھے۔

## عمومی تعارف :

حضرت معروف کا شمار اگرچہ علماء و محدثین میں نہیں ہے لیکن در حقیقت وہ بحر ناپید اکنار روحانیت و معرفت کے ایسے کامیاب شناور تھے کہ ان کی اس صفت کے سامنے علم ظاہر کے کمال کی کمی کچھ زیادہ محسوس نہیں ہوتی۔ ان کا شمار کبار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ ان کی نظر حقیقت آشنا تھی جس میں مجاز کے حجابات حائل راہ نہیں ہو سکتے تھے۔ ان کا علم قیاس و تخمین کی حدبندیوں سے بہت بلند اور ایمان و یقین کی طمانیت بخشیوں سے صد آفتاب در کنار تھا۔ حضرت علی بن موسی الرضاؑ کے غلام اور دربان تھے۔

## بچپن :

بچپن سے ہی ایسے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ آگے چل کر زمانہ کی ایک نادر شخصیت بننے والے ہیں۔ ان کے والدین عیسائیت کے پیروکار تھے اور اپنے دستور کے مطابق انہوں نے معروف کو ایک عیسائی معلم کے پاس پڑھنے کے لئے بٹھادیا۔ جب ان کا استاد کہتا کہ کہو خدا تین معبودوں میں سے ایک معبود ہے تو آپ فرماتے بے شک خدا ایک ہی ہے۔ معلم عیسائی تھا اور سخت متعصب، غضبناک ہو کر وہ انہیں سخت زدو کوب کرتا تھا۔ کشمکش زیادہ بڑھی تو حضرت معروفؒ اپنا گھر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ماں باپ خصوصاً ماں کو آپ سے بے حد محبت تھی، فرقت پسر نا قابل برداشت ہو گئی تو دونوں نے کہنا شروع کیا اے کاش معروف واپس آجائے تو ہم بھی وہی دین اختیار کریں گے جسے وہ اختیار کر چکا ہے اور اس معاملہ میں اس کا اتباع کریں گے۔ حضرت معروفؒ کئی سال تک وادی غربت میں دشت پیمائی کرتے رہے۔ توفیق خداوندی نے ہاتھ پکڑا، تبلیغ اسلام کے جوش نے حوصلہ دیا اور گھر کی اصلاح کے جذبہ نے ہمت کو ابھارا۔ پہلے خود حضرت امام علی بن موسیٰ الرضاؑ کے دست مبارک پر باقاعدہ مشرف باسلام ہوئے پھر گھر کا رخ کیا دروازہ پر پہنچ کر کنڈی کھٹکھٹائی۔ اندر سے آواز آئی کون ہے؟ جواب دیا میں معروف ہوں۔ پوچھا گیا کہ کس دین پر ہو؟ بولے علی الاسلام۔ یہ سنتے ہی ماں باپ اپنے قول کے مطابق اسلام لے آئے۔ اس طرح یہ مکتب سے بھاگا ہوا بچہ دو سنجیدہ اور عقیل و فہیم بوڑھوں کی ہدایت کا سبب بنا۔

## علم و فضل :

حضرت معروف کرخی کا شمار اگرچہ کبار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے اور وہ زیادہ تر اسی حیثیت سے روشناس ہیں لیکن علم لدنی

اور معرفت روحانی کے علاوہ وہ علم ظاہری میں بھی کم مرتبہ نہ تھے چنانچہ علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل ان کے پاس آکر مسائل اور احادیث لکھتے تھے لیکن حق یہ ہے کہ جس کا آئینہ قلب جمال حقیقت کی ضیاباریوں سے عکس پذیر ہو رہا ہو اس کے لئے علوم رسمیہ اور ظاہریہ کی اہمیت ثانوی ہو جاتی ہے اگر اس میں ظاہری اعتبار سے کچھ کمی پائی بھی جائے تو کمالات معنوی و روحانی کے مقابلے میں وہ چنداں قابل اعتناء نہیں ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادہ نے اپنے پدر بزرگوار سے پوچھا کہ کیا حضرت معروفؒ عالم بھی تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا اے بیٹے کان معہ رأس العلم خشیۃ اللہ ان کے پاس تو علم کی جڑ تھی یعنی خدا کا خوف۔

## کراماتِ معروفؒ:

علامہ بغدادی نے 'کراماتِ معروف' کا ایک مستقل عنوان قائم کر کے حضرت معروف کرخیؒ کے چند حیرت انگیز واقعات نقل کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک بڑے صاحب کرامت ہونے کے ساتھ ساتھ انتہا درجہ کے فیاض، سیر چشم اور ہمدرد خلائق تھے۔

ابو العباس المؤدب بیان کرتے ہیں کہ میرے پڑوس میں ایک ہاشمی رہتا ہے۔ یہ غریب نہایت مفلوک الحال اور عسرت زدہ تھا۔ ایک دن اس کے گھر میں ایک بچے کی ولادت ہوئی۔ بیوی نے تنگ آکر کہا اس وقت میری جو حالت ہے تم پر اچھی طرح روشن ہے۔ صبح کو کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے اور میری ناطاقتی حد سے بڑھتی جاتی ہے ضروری ہے کہ کچھ نہ کچھ کماؤ۔ اس وقت رات زیادہ گزر چکی تھی توکل بر خدا یہ غریب ہاشمی طلب رزق میں اسی وقت گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ ایک بقال کے پاس آیا اس کو اپنی داستان مصیبت سنائی اور بطور قرض کچھ چیزیں طلب کیں۔ ہاشمی بقال کا پہلے ہی مقروض تھا اس نے مزید قرض دینے سے انکار کر دیا۔ یہاں سے مایوس ہو کر اس نے ایک اور بقال کی دکان کا رخ کیا لیکن یہاں بھی وہی صورت حال پیش آئی۔ اب اس حسرت زدہ ناکام کی سراسیمگی کی حد نہ رہی۔ زمین اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگ نظر آتی تھی اور کوئی تدبیر اس فشار عالم سے چھٹنے کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ اسی عالم حیرت و بیخودی میں دریائے دجلہ کی طرف رخ کیا۔ لب ساحل پہنچ کر سنا کہ ملاح بغداد کے مختلف محلوں کا نام لے لے کر پکار رہا ہے کہ ان محلوں میں کسی نے جانا ہو تو کشتی میں آجائے۔ ہاشمی نے ملاح کو آواز دی۔ اس نے اپنی کشتی کنارے سے لگا دی۔ ملاح نے پوچھا کہاں جاؤ گے؟ ہاشمی بولا مجھ کو پتہ نہیں۔ ملاح کہنے لگا میں نے تم سے زیادہ عجیب و غریب شخص آج تک نہیں دیکھا۔ ایسے ناوقت میں تم کو اپنی کشتی میں بٹھا کر لے جا رہا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ کہاں جاؤ گے تو تم جواب دیتے ہو مجھے معلوم نہیں۔ مظلومیت کے احساس نے دل و جگر کو محرومی و ناکامی کے دھوئیں سے دخان زار بنا دیا۔ آنکھیں پر نم ہو گئیں اور ہاشمی غریب نے مجبور ہو کر ملاح کو بھی اپنی داستان غم سنا دی۔ ملاح کا دل پسیجا اور اس نے تسلی دیتے ہوئے کہا گھبراؤ نہیں میں تمہیں اصحاب الساج کے محلہ میں پہنچا دیتا ہوں وہاں امید واثق ہے کہ تمہیں اپنے مقصد میں کامیابی ہو گی۔ چنانچہ ملاح ہاشمی کو لے کر اصحاب الساج کے محلے کی ایک مسجد میں آیا جہاں حضرت معروف کرخیؒ تشریف رکھتے تھے۔ ہاشمی نے ملاح کی ہدایت کے بموجب وضو کیا اور مسجد میں داخل ہو کر حضرت معروف کرخیؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ حضرت معروف اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر ہاشمی کی طرف متوجہ ہوئے۔ علیک سلیک کے

بعد آپ نے حال پوچھا اور یہاں اس وقت آنے کی وجہ دریافت کی۔ ہاشمی نے اپنا پورا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے یہ سن کر اپنی نماز پھر شروع کر دی۔ اتنے میں بادل آئے اور اس روز کی بارش برسی کہ جل تھل ہو گیا۔ مفلسی میں آٹا گیلا۔ بیچارے ہاشمی کے رہے سے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ بیوی کو مفلسانہ زچگی کے عالم میں اور بے کسی میں تنہا چھوڑ کر آیا تھا، مقصد ابھی تک حاصل نہیں ہوا تھا کہ رات و تارے بعید اور بارش موسلا دھار۔ اب غریب کے لئے یہ بھی ممکن نہیں رہا کہ فقر و فاقہ کے ساتھ ہی سہی اپنی بیوی کے پاس تو پہنچ جائے۔ ہاشمی کا توسن فکر و خیال فرط الم میں اپنے افکار پریشان کے تھپیڑوں سے کھیل رہا تھا کہ یکایک مسجد کے دروازہ پر کسی سواری کی آہٹ محسوس ہوئی۔ چند لمحوں کے بعد ہی دیکھا کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور حضرت معروف کرخیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں فلاں شخص کا بھیجا ہوا قاصد ہوں وہ صاحب آپ کو سلام کہتے ہیں اور کہنے لگا کہ میں اپنے بستر پر سو رہا تھا جسم پر صرف بنیان تھا کہ ناگاہ میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنے اوپر اللہ کی بڑی نعمت دیکھی۔ اب میں اس کے شکرانہ میں آپ کے پاس یہ پانسو دینار کی تھیلی بھیج رہا ہوں آپ اسے مستحقین میں تقسیم کر دیجئے گا۔ حضرت معروف کرخیؒ نے قاصد سے فرمایا کہ تو یہ تھیلی اس ہاشمی کو دے دو۔ قاصد نے حکم کی تعمیل کی۔ ہاشمی نے خوش ہو کر یہ تھیلی کمر سے باندھی اور کیچڑ اور گارے میں گرتا پڑتا بڑی مشکل سے بقال کی دکان پر آیا اور وہاں سے شہد، شکر، شیر، چاول اور روغن لے کر گھر آیا۔ یہاں اس کی بیوی شدت انتظار میں جاں بلب ہو گئی تھی۔ ہاشمی کو دیکھتے ہی برا بھلا کہنے لگی۔ تب ہاشمی نے اپنی پوری سرگزشت سنائی جس سے بیوی کی جان میں جان آئی۔ دونوں نے مل کر حضرت معروف کرخیؒ کو دعائیں دیں۔ ہاشمی نے ان دنانیر سے ایک جائداد خریدلی۔ فقر و مصیبت کے دن ختم ہوئے اور پہلے جس گھر میں فلاکت و افلاس کا دور دورہ تھا وہ اب مسرت و شادمانی کا گہوارہ بن گیا۔

اسی طرح کا ایک پر لطف و عجیب واقعہ یہ کہ حضرت معروف کرخیؒ کے خاندان میں کوئی شادی کی تقریب تھی۔ ان کے بھائی نے ان کو دوکان پر بٹھادیا تا کہ وہ اس کی رکھوالی اور نگرانی کریں۔ یہاں سائلوں کا تانتا بندھ گیا اور حضرت معروف کرخی کسی سائل کو رد کرنا جانتے نہیں تھے۔ جو آیا اور اس نے جتنا مانگا وہ اس کے حوالے کر دیتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دکان آٹے سے خالی ہو گئی۔ حضرت معروف کرخیؒ کے بھائی نے پوچھا آٹا کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ آٹا کتنے کا تھا وہ دیکھو اس صندوق میں اس کی تمام قیمت محفوظ ہے۔ حضرت معروف کے بھائیوں نے صندوق کھول کر دیکھا تو واقعی اس میں تمام آٹے کی قیمت جمع تھی

ایک اور واقعہ بھی قابل ذکر ہے جو محمد بن منصور الطوسی کا خود بیان کیا ہوا ہے کہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ روزہ رکھا اور عہد کیا کہ سوائے مال طیب کے کسی اور چیز سے روزہ افطار نہیں کروں گا۔ نتیجہ یہ ہوا پے بہ پے تین دن گزر گئے اور مجھ کو روزہ افطار کرنے کے لئے کوئی طیب چیز نہیں ملی۔ جب چوتھا دن ہوا تو میں نے دل میں عزم بالجزم کر لیا کہ آج شب کسی بزرگ کے ہاں جاکر جن کا کھانا سر بسر حلال وطیب ہو روزہ افطار کروں گا۔ چنانچہ میں معروف کرخیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا انہیں سلام کہا اور پاس ہی جاکر بیٹھ گیا۔ آپ نماز مغرب ادا کرنے کے بعد مسجد سے باہر آئے تو میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے طوسی تم اپنے بھائی کے پاس جاؤ اور شب کا کھانا بھی ان کے پاس کھاؤ۔

طوسی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ چار

دن تو ہو گئے ہیں مسلسل روزہ رکھتے ہوئے اور اب بھی پتہ نہیں کہ کھانا کس قسم کا کھانا پڑے گا۔ حضرت معروف کرخیؒ سے میں نے عرض کیا حضرت میرے پاس طعام شب ہے کہاں لیکن آپ نے میرے کہنے پر کچھ توجہ نہیں کی اور پھر اس بات کا اعادہ کرا میں نے بھی اس کے جواب میں وہی کچھ کہا۔ دو مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ تیسری بار پھر یہی گفتگو ہوئی تو حضرت معروف میرا جواب سن کر تھوڑی دیر کے لئے خاموش رہے اور اس کے بعد ارشاد فرمایا اچھا تم میرے پاس آؤ میں ضعف ونقاہت کی وجہ سے بیدم ہو رہا تھا بمشکل تمام اٹھا اور حضرت معروف کے بائیں جانب جا کر بیٹھ گیا۔ حضرت معروف نے میرا داہنا ہاتھ پکڑا اور اس کو اپنا بائیں کی آستین میں داخل کر دیا۔ مجھ کو آستین میں ایک سفر جل ملا جس پر دانت سے کاٹنے کے نشان تھے۔ میں نے اسے کھایا تو اس کا ذائقہ بہت عجیب وغریب تھا۔ میں نے آج تک اس طرح کا کوئی میوہ نہیں کھایا تھا اور اس میوہ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اسے کھا کر میں پانی سے مستغنی ہو گیا۔

## شفقت علی الخلق :

اخلاق فاضلہ میں سے ایک بڑا خلق یہ ہے کہ انسان کے دل میں اپنے ہم جنسوں کے لئے جذبہ محبت وانسیت ہو اور وہ ان کے دکھ درد میں پورا شریک رہتا ہے۔ حضرت معروف کرخی کی ذات اس خلق عظیم سے بہرہ وافر رکھتی تھی۔ حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں تم مجھ میں جو کچھ دیکھتے ہو وہ سب حضرت معروفؒ کی برکات ہیں۔ میں ایک مرتبہ عصر کی نماز سے واپس آ رہا تھا کہ راستہ میں حضرت معروفؒ سے ملا۔ ان کے ساتھ ایک لڑکا، پراگندہ، آشفتہ رو۔ میں نے پوچھا کہ حضرت یہ کون ہے ارشاد ہوا سب بچے کھیل رہے تھے یہ غریب دل گرفتگی کے ساتھ ایک طرف الگ کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا میاں تم کیوں نہیں کھیلتے۔ بچہ بولا میں یتیم ہوں یہ سن کر حضرت معروف نے بچہ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ لے آئے۔ وہ اس سے بڑی محبت کرتے تھے اور اس کی دلجوئی کے لئے اخروٹ اور بادام کے مغز جمع رکھتے تھے۔

## دعائے خیر اور استجابِ دعا :

دوسروں کو اگر برے کاموں میں مبتلا دیکھتے تو ان کے حق میں دعائے خیر کرتے تھے اور دعائے بد سے باز رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ بغداد میں دریائے دجلہ کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے کہ سامنے سے چند رنگین مزاج نوجوان ایک کشتی میں بیٹھے ہوئے گاتے جاتے اور شراب کے جام چھلکاتے ہوئے گزر رہے تھے۔ یہ اندوہ گیں منظر دیکھ کر آپ کے ساتھیوں نے کہا کہ حضرت آپ ملاحظہ نہیں فرماتے کہ یہ پانی میں اللہ کی نافرمانی کر رہے ہیں۔ آپ ان کے حق میں دعائے بد کیجئے۔ حضرت معروف کرخیؒ نے آسمان کی جانب ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا کی کہ اے میرے معبود اے میرے آقا و مولا میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ تو ان کو جنت کی مسرتیں بھی اسی طرح عنایت فرما جس طرح تو نے ان کے لئے دنیا کی مسرتیں ارزان کر رکھی ہیں۔ آپ کے ساتھیوں نے کہا ہم نے تو آپ سے عرض کی تھی کہ ان کمبختوں کے لئے دعائے بد کیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ جب ان کے لئے آخرت میں سامان فرحت وانبساط مہیا کر دے گا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس نے دنیا میں ان کے گناہ معاف کر دیئے ہیں اس سے ان غریبوں کا بھلا ہو جائے گا اور تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

آپ مستجاب الدعا تھے ایک مرتبہ خلیل الصیاد نامی شخص کا بیٹا گم ہوا نہایت پریشان حالی میں (باقی صفحہ ۱۰ پر)

نوربخشیات (گزشتہ سے پیوستہ)

# تعارفِ صوفیہ نوربخشیہ

مولانا انور الکوروی فاضل عربی۔ ایم اے

## "صوفیہ نوربخشیہ" کی تاریخی حیثیت:

تصوف پر لکھنے والے اکثر علمائے اسلام کا اس بات پر اتفاق نظر آتا ہے کہ "صوفیہ" اسلامی تصوف و عرفان کو اپنانے والوں کا امتیازی نام اور مسلکی روش کا لقب ہے جو طریق سنت نبوی کے حامل طاعات و عبادات، اذکار و افکار، اوراد و وظائف، عزلت و خلوت، مجاہدہ و ریاضت کرنے والوں کا مخصوص علم ہے اور صفہ والوں صفہ سے نسبت کا بھی شرف ہے کیونکہ وہ حضرات علائق دنیوی سے قطع تعلق کر کے دن رات ذکر الٰہی اور اطاعت رسالت پناہی میں سرگرم رہتے تھے اور فقر و درویشی کی زندگی بسر کرتے ہوئے صرف رضائے الٰہی کے حصول میں شب و روز سرگرداں رہتے تھے۔ انہی کے نقش قدم پر چلنے والوں کو صوفی یا صوفیہ کہتے ہیں۔

مشہور شیعہ عارف و سیاح حاجی زین العابدین شیروانی لکھتے ہیں کہ 'این نام قبل از سنہ دویست ہجری بر ایشان اطلاق شد بروایتی بعد از ہجرت بود اما آنچہ معلوم میشود آنست کہ این طائفہ درزمان حضرت رسولؐ و زوج بایں اسم موسوم بودہ اند'

(بستان السیاحہ گلشن چہاردہم صفحہ ۳۲۸)

'صوفیہ کے نام کا ہجرت سے دو سو سال پہلے اصفیا پر اطلاق ہوتا رہا، ایک روایت سے ہجرت سے ایک سال بعد۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ گروہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شوہر بتول حضرت علی علیہ السلام کے زمانے سے اسی نام سے موسوم ہوا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا "گنج بخش" نے رقم کیا ہے کہ جملہ امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں صحابہ کی ایک جماعت سکونت پذیر تھی، عبادت پر آمادہ، تارک الدنیا اور زندگی کے کاروبار سے منقطع۔ باری تعالیٰ نے ان کی خاطر آپ کی طرف وحی بھیجی۔

ولا تطروالذین یدعون ربھم بالغداو ۃ و العشی یدیر وجھہ

"دور مت کر ان لوگوں کو جو صبح و شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اور اس کی رضا کے طلبگار ہیں۔"

فی الحقیقت صحابہ کرام کا زمانہ بہترین زمانہ تھا اور یہ لوگ بہترین وقت میں گزرے اور تمام خلق میں بہترین تھے کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی مبارک صحبت سے نوازا تھا اور ان کے دلوں کو جملہ عیوب سے محفوظ رکھا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

خیرالقرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم

بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر ان کا جو اس سے قریب تر ہوئے اور پھر ان کا جو ان لوگوں کے زمانے سے قریب تر ہوئے۔

اہل تصوف اور صوفیاء کرام کے زمانہ رسول اللہؐ میں ہونا اظہر من الشمس حقیقت ہے۔ بعض احادیث مبارکہ میں

بھی اہل تصوف کی فضیلت بیان ہوئی ہے جن کی صراحت علامہ باقر مجلسی نے اپنی کتاب بحار الانوار میں کتاب بشارت المصطفیٰ کے حوالہ واسناد سے کی ہے۔ ان روایات کو مضمون ہذا کے آغاز میں شامل کیا گیا ہے۔

مولائے متقیان آدم الاولیاء حضرت علی علیہ السلام نے بھی تصوف کی تعریف اور توضیح یوں فرمائی ہے:

التصوف اربعة احرف تاء و صاد و واؤ و فاء

التاء ترک و توبة و تقا

والصاد صبر و صدق و صفا

والواؤ ورد و ود و وفا

والفاء فرد و فقر و فنا

"لفظ تصوف چار حروف پر مشتمل ہے ت، ص، و اور ف

تا سے مراد ترک، توبہ اور تقویٰ ہے۔

صاد سے مراد صبر، صدق اور صفا ہے۔

واؤ سے مراد ورد، محبت اور وفا ہے۔

فاء سے مراد فرد، فقر اور فنا ہے۔

ابن ابی جمہور نے اپنی کتاب عوالی اللآلی میں روایت کی ہے۔

"صوفیہ ہم جسے اسلامی تصوف و عرفان سے تعبیر کرتے ہیں اس کا وجود قرون اولیٰ یعنی زمانہ رسولؐ و زمانہ اصحاب رسولؐ میں ہونا ثابت ہے جو کسی بھی تاویل اور تعبیر کے بغیر قبول کرنے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔"

## صوفیہ کا روحانی کلچر:

صوفیاء کرام اور اولیاء عظام کی مساعی جمیلہ سے دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کا نور پھیلا اور اقوام و ملل کے مقدر سنور گئے۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی کے بقول یورپ کے مستشرق جب اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا سیاسی زوال بھی ان کے دینی نظام کو تباہ نہ کر سکا۔

بقول پروفیسر ہٹی HITTI اکثر ایسا ہوا ہے کہ سیاسی اسلام کے تاریک ترین لمحات میں مذہب اسلام نے بعض نہایت شاندار کامیابیاں حاصل کیں۔

ہالینڈ کے ایک فاضل لوکے گارد نے دبے انداز میں اس بات پر استعجاب کا اظہار ہے کہ گو اسلام کا سیاسی زوال بار بار ہوا لیکن روحانی اسلام میں ترقی کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔

پروفیسر موصوف نے مشہور مستشرق ایچ اے آر گب GIBB کی تقریر کا حوالہ بھی دیا ہے جو انہوں نے آکسفرڈ یونیورسٹی کی مجلس کے سامنے کی تھی۔ گب نے کہا۔

تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہو سکا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیانہ انداز فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔

مندرجہ بالا بیان سے واضح ہوتا ہے کہ صوفیاء کا روحانی کلچر کس قدر قوت اور توانائی کا حامل ہے اور اسلام کی معنوی سرحدوں کے دفاع میں صوفیاء کس طرح پیش پیش رہے ہیں۔

## مذہب صوفیہ نوربخشیہ:

گزشتہ سطور میں بیان ہو چکا ہے کہ مذہب صوفیہ اہل تصوف کا عمومی نام بھی ہے لیکن "صوفیہ نوربخشیہ" میں مذہب صوفیہ کے ساتھ نوربخشیہ کی تخصیص کے باعث اس پاک مذہب کی امتیازی حیثیت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کیونکہ غوث

المتأخرین شاہ سید محمد نوربخش نے جس فقہی مسلک کو رواج دیا اس میں شریعت محمدیہ کو کماکان فی زمانہ کی روح کے ساتھ جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ پس اس فقہی مسلک پر عمل کرنے والے اہل تصوف جو کسی فرقہ کی تعلیمات کا خود کو پابند سمجھنے کی بجائے اصل دین اسلام کا وارث سمجھتے ہیں اور روش نوربخشیہ پر گامزن رہتے ہیں وہ اس نسبت کی بنیاد پر نوربخشیہ کہلاتے ہیں پس اہل صوفیہ نوربخشیہ دین اسلام، مذہب صوفیہ اور روش نوربخشیہ پر مطمئن ہونے والے اہل ایمان کا گروہ ٹھہرے، جن کے مذہب کا نام صوفیہ نوربخشیہ ہے اور یہ نام ہر لحاظ سے جامع اور کامل ہے اور اس پر کسی قسم کے اضافے اور ازدیاد کی نہ گنجائش ہے اور نہ ضرورت۔

چنانچہ شاہ سید محمد نوربخش کتاب "سلسلۃ الذہب" میں فرماتے ہیں۔

طائفہ اول سلسلہ ذہب، مذہب صوفیہ، مشرب ہمدانیہ روش نوربخشیہ کہ از جملہ سلسلۂ تصوف اقویٰ واکمل ترین است۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

سلسلہ ذہب مذہب صوفی مشرب ہمدانی روش نوربخشی ایں است

تیسری جگہ یوں مرقوم ہے۔

پس جملہ معتقدان سلسلہ ذہب "مذہب صوفیہ" را باید کہ حبل اللہ المتین را استوار بگیر دو بسیرت و طریقۂ اولیاء اللہ را بہ جان و دل قبول کند کہ ایشاں وارث انبیاء اند

یاد رہے کہ سلسلہ ذہب کے تمام اولیاء عظام کڑی بہ کڑی مذہب صوفیہ کے حامل تھے۔ جبکہ نوربخشیہ کی اصطلاح دیگر سالک صوفیہ سے رفع اشتباہ کے لئے استعمال ہوئی ہے یہ سلسلۂ ذہب کے روحانی و علمی ورثہ و روایت سے ہٹ کر کوئی نئی اختراع ہرگز نہیں ہے۔ یعنی سلسلۃ الذہب کے جملہ اولیائے کرام اصولی و فروعی اعتبار سے اسی مسلک کے پابند تھے جو اصل دین اسلام ہے اور بعد میں نسبتی طور پر نوربخشیہ کہلایا ہے۔

## صوفیہ نوربخشیہ کا عقیدۂ مودّت اہلبیت:

اہل صوفیہ نوربخشیہ اہل بیت رسول علیہم السلام سے انتہائی قلبی اور حقیقی محبت اور ارادت رکھتے ہیں۔ اس محبت میں جو اعتدال اور احسان ہے وہ دوسرے مذاہب اسلام میں نہیں ہے کیونکہ وہاں یا تو محبت اہل بیت کو رفض سے منسوب کرکے تفریط کرتے ہیں یا محبت میں اس حد تک غلو کرتے ہیں کہ افراط کے زمرے میں آجاتا ہے۔ جیسا کہ سرور اولیاء شیر خدا علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

یستھلک فیّ صنفین محب مفرط یذھب بہ الحب الی غیر الحق و مبغض مصرط یذھب بہ البغض الی غیر الحق و خیر الناس فی حال الخط الاوسط

"میرے بارے میں دو گروہ ضرور ہلاک ہوں گے ایک وہ کہ میری محبت کے بارے میں افراط کرے اور اسے ناحق کی طرف لے جائے اور دوسرا وہ گروہ کہ وہ میرے ساتھ بغض رکھے اور وہ اسے ناحق کی طرف لے جائے۔ اور بہترین لوگ وہ ہیں جو اوسط راستے پر چلیں۔"

صوفیہ نوربخشیہ کے عقیدے میں محبت اہل بیت قرآن سے جدا چیز نہیں بلکہ یہ ایمانی حیات کے دو پاٹ ہیں جن کی تفریق اور تقسیم اس کے لئے باعث نقصان ہے کیونکہ کسی بھی جسم کے لئے روح کی ضرورت ہوتی ہے اور قرآن اور اہل بیت اہل ایمان کے لئے جسم و روح کی مانند ہیں۔ مسلمانوں پر ان دونوں کی حفاظت اور ان دونوں پر اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔

چنانچہ آیت کریمہ

باقی صفحہ نمبر ۲۶ پر

فقہی مسائل (شریعتِ محمدیہ کی روشنی میں)

# آپ کے مسائل اور اُن کا حل

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر فاضل عربی

اس عنوان کے تحت ادارے کو موصول ہونے والے مفید سوالات کے جوابات شائع کئے جاتے ہیں۔ اس شمارے کے لئے جن سوالات کا انتخاب کیا گیا ہے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

## سوالات

سوال نمبر ا۔ دوران سفر گاڑی وغیرہ میں اشارے سے نماز پڑھی گئی۔ کیا منزل مقصود پر پہنچنے کے بعد نماز کا دوبارہ پڑھ لینا ضروری ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۲۔ دعائے تشفع میں ہر وسیلے کی نوبت پر بلند آواز سے "آمین" کہنا بہتر ہے یا نہیں؟

سوال نمبر ۳۔ بیوی کو اس کا مہر نہیں دیا گیا تھا وہ انتقال کر جائے تو اس کے مہر کا کیا بنے گا؟

سائل اخوند علی حسن
ناظم اعلیٰ مدرسہ صوفیہ نور حقیہ
امباڑی ڈیرہ دون انڈیا

سوال نمبر ۴۔ کیا اپنی بیوی سے جنسی بے راہ روی اختیار کرنا روا ہے؟

سوال نمبر ۵۔ کیا منکوحہ بیوی سے جنسی بے راہ روی اختیار کرنے پر اس کو خود بخود طلاق پڑ جاتی ہے؟

سائلین کی بڑی تعداد

## جوابات

جواب نمبر ا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

منزل مقصود پر رسائی پا جانے کے بعد اشارے سے پڑھی گئی نماز کا اعادہ شرعاً واجب نہیں ہے۔ اگر اشارے سے پڑھی گئی کسی نماز کا وقت ابھی باقی ہو اور آسانی سے اعادہ کر سکتا ہو تو اس صورت میں اعادہ ضروری ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

جواب نمبر ۲۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

جب دعائے تشفع پڑھی جا رہی ہو تو سامعین کے لئے وسیلے کی ہر ہر نوبت پر "آمین" کہنا بہتر ہے لیکن اس کے لئے بلند آواز ضروری نہیں۔

جواب نمبر ۳۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

مہر سے محروم بیوی جب انتقال کر جائے تو اس کی ملکیت میں ہر چیز اس کا ترکہ قرار پاتی ہے۔ لہذا مہر بھی اس کے ترکے میں شامل ہوگا۔ ترکہ اس کی اولاد میں بانٹ دیا جاتا ہے۔ لہذا مہر میں جو کچھ دیا جانے والا ہو وہ اس کے وارثین کو ملے گا۔

جواب نمبر ۴۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

اپنی بیوی کے ساتھ جنسی بے راہ روی اختیار کرنا فعل حرام کے زمرے میں آتا ہے۔ (بقیہ صفحہ نمبر ۱۰ پر)

ہمدانیات

# شاہِ ہمدانؒ اور بلتستان کی مقامی روایات

م۔ ش کوروی

حضرت شاہ ہمدانؒ میر سید علی ہمدانیؒ کی شخصیت اور تبلیغ دین کے لئے ان کی مساعی جمیلہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ معتبر روایات کے مطابق آپ نے تبلیغ دین مبین کی غرض سے [illegible] کا تین مرتبہ دورہ فرمایا اور لاکھوں انسانوں کو نور ہدایت سے فیضیاب فرمایا۔ اپنے طویل اسفار کے دوران حضرت نے کفر و ضلالت کی بیخ کنی کے ساتھ ساتھ بڑی بڑی مشکلات اور مصائب کا بھی مردانہ وار مقابلہ کیا۔ یاد رکھنا چاہئے کہ آپ نے تین مرتبہ ربع مسکون کا سفر اس زمانے میں کیا جب آج کل کی طرح سفر کی سہولتیں میسر نہیں تھیں۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک ریاست سے دوسری ریاست تک رسائی کے لئے نہایت کٹھن اور دشوار گزار راستوں پر پیدل سفر کرنا پڑتا تھا۔ خاص کر بلتستان کے ضمن میں جو اصحاب اس علاقے کی جغرافیائی ہیئت سے واقف ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ آج سے صرف نصف صدی پیشتر بھی ان علاقوں تک رسائی انتہائی مشکل تھی اور نہایت خطرناک پہاڑی دروں، خطرناک برفانی تودوں اور ناقابل عبور ندیوں سے گزر کر ایک سے دوسرے علاقے میں پہنچنا ممکن تھا لیکن شاہ ہمدانؒ کے جذبۂ ایمان کے آگے یہ سب مشکلات ہیچ تھیں چنانچہ آپ اس سرزمین کے ان گوشوں میں بھی پہنچے جو اس سے پہلے چشم انسانی سے اوجھل رہے تھے۔ آپ نے مشہور زمانہ سیاچن گلیشیر کے خطرناک درے کو بھی عبور کیا اور آج بھی اس فلک بوس گلیشیر پر علی براغسہ نامی جگہ کو آپ کی عارضی آرام گاہ سمجھا جاتا ہے۔ حضرت شاہ ہمدانؒ جو ایران کے مردم خیز شہر ہمدان کے حکمران خاندان کے چشم و چراغ تھے نوع انسانی کی فلاح اور دین اسلام کی سربلندی کی خاطر تبلیغ دین کے مشن پر جہاں ایک طرف یورپ اور سراندیپ (موجودہ سری لنکا) کے علاقوں تک پہنچے وہاں آپ نے کشمیر، تبت، کوہستان، لداخ اور یارقند تک سفر کر کے اس کافرستان کو نورستان بنا دیا۔ یہاں ہم آپ کے سفر بلتستان سے متعلق سینہ بہ سینہ چلنے والی بعض روایات کا ذکر کریں گے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اس پسماندہ علاقے میں تصنیف و تالیف کا رواج نہ ہونے کے باعث مقامی روایات کو بھی یک گونہ تاریخی حیثیت حاصل ہے۔...... باور کیا جاتا ہے کہ شاہ ہمدانؒ نے چینی ترکستان سے بلتستان آنے کے لئے دنیا کے بلند ترین سیاچن گلیشیر کا راستہ اختیار کیا اور آپ اس عظیم ترین برفانی پہاڑ میں ہفتہ بھر راستہ تلاش کرنے کے بعد بمشکل تمام سلترو پہنچنے میں کامیاب ہوئے جہاں آج کل افواج پاکستان کا بیس کیمپ ہے۔ مقام غور ہے کہ جہاں موجود زمانے میں کوہ پیماؤں کے لئے تمام تر جدید آلات اور مخصوص لباس کے باوجود ان پہاڑی راستوں کو عبور کرتے ہوئے جسم و جان کا رشتہ قائم رکھنا مشکل ثابت ہوتا ہے وہاں آج سے سات سو سال قبل ایک مرد مؤمن نے بے سروسامانی کے عالم میں بغیر کسی خوراک اور رسد کے محض گلیم و عصا کے ساتھ اس برفزار میں ایک ہفتے کا طویل عرصہ کیوں کر گزارا ہوگا۔ (باقی آئندہ)

گفتۂ اہل دل

# مولانا فقیر محمد ابراہیم صاحب سے انٹرویو

جی ایچ معروفی ڈاکٹر غازی محمد نعیم

یہ کیا غضب کے لوگ ہیں دل پر یہ اختیار
شب موم کر لیا سحر آہن بنا لیا

حاجی فقیر محمد ابراہیم صاحب بلتستان میں صوفیہ نوربخشیہ سے تعلق رکھنے والے علمائے تصوف میں نمایاں ترین شخصیت ہیں۔ اس علاقے میں جو صدیوں سے دین اور روحانیت کا گہوارہ رہا ہے دور حاضر میں دین اور تصوف اسلامی کے احیائے نو کے سلسلے میں ان کا کردار سب سے نمایاں نظر آتا ہے۔ بظاہر نہ وہ کسی دینی مدرسے کے فارغ التحصیل ہیں اور نہ کسی مروجہ تعلیم کے ادارے سے سند یافتہ لیکن اصل مکتب تو مکتب عشق ہوتا ہے جس کے پڑھنے والے بسا اوقات کتاب خوان نہ ہونے کے باوجود صاحب کتاب ہوا کرتے ہیں۔ بقول خواجہ حافظؒ:

نگار من کہ بمکتب نہ رفت و خط نہ نوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

د بقول سعدی شیرازیؒ "مشک آن است کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید" ہمیں یہاں فقیر صاحب کے کمالات کے بارے میں کچھ نہیں کہنا کیونکہ حال قال سے ارفع چیز ہے۔ البتہ ان کی شخصیت کی دو خصوصیات کا تذکرہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ ان میں سے ایک تو ان کی انسان دوستی ہے کہ ایک چھوٹے سے بچے سے لے کر ایک پیر کہن سال تک ان کے حلقۂ ارادت و محبت میں شامل ہونے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا اور دوسری خصوصیت ان کی جدید اور سائنٹفک سوچ ہے۔ وہ دین و تصوف کے ساتھ سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کو بھی امت مسلمہ کے عروج کے لئے انتہائی ضروری سمجھتے ہیں اور نوجوانوں کو تحصیل علم جدید کی ترغیب دینے میں کوشاں رہتے ہیں۔ ان کے ارشادات عالیہ کو ہم انشاء اللہ مستقبل میں کسی اور عنوان سے نذر قارئین کریں گے۔ فی الحال ہم اس گفتگو کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں جو گزشتہ دنوں ان کے اسلام آباد کے دورے میں نوائے صوفیہ کے مدیران نے ان سے کی۔

نوائے صوفیہ: کچھ باتیں ہمیں اپنے بچپن کی یادوں کے بارے میں بتائیے۔ تصوف کی طرف خاص رغبت کیوں کر ہوئی؟

فقیر صاحب: میں علاقہ خپلو بلتستان کے ایک گاؤں کھانسر میں پیدا ہوا سن پیدائش ۱۹۵۲ء ہے۔ میرے والدین عند اللہ پرہیزگار اور تہجد گزار تھے ان کی نیک دعائیں ہمیشہ میرے شامل حال رہیں۔ والدہ ماشاء اللہ حیات ہیں اور ان کی عمر ۹۷ سال ہے۔ بچپن کی کوئی خاص دلچسپ بات یاد نہیں البتہ والدہ کے بیان کے مطابق عہد طفلی میں دن رات روتا رہتا تھا۔ اس مسلسل گریہ وزاری کی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔

یاد لیا ہے جب میری عمر سات برس ہوئی تو ایک گروہ صالحین سے ربط پیدا ہوا۔ مجھے کسی مدرسے میں نہ بھیجا گیا لیکن علاقے کے اس وقت کے دستور کے مطابق گلہ بانی کا کام کرنے لگا۔ مادر فطرت کی صحبت نے طبیعت میں عجیب گداز پیدا کیا۔ وہ

بہت خوبصورت دن تھے۔ جب چودہ برس کا ہوا تو سپاہی کی حیثیت سے فوج میں بھرتی ہوا۔ اس وقت NLI کے کسی بٹالین میں کسی امام مسجد کا وجود نہیں تھا۔ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اس کم سنی میں فوج میں امام جمعہ و جماعت بننے کی توفیق عطا فرمائی اور فوجیوں کی اکثریت پنج وقتہ نمازی بن گئی۔

نوائے صوفیہ: کیا فوجی ملازمت کے دوران کوئی بہت دلچسپ واقعہ پیش آیا؟ نیز یہ بتائیے کہ پیشہ ورانہ ذمہ داریاں آپ کی دینی مصروفیات میں رکاوٹ نہیں بنیں؟

فقیر صاحب: خدا شکر خورے کو شکر دیتا ہے۔ مجھے فوج میں عام معمولات سے مستثنیٰ رکھا گیا۔ سپاہی سے لے کر بڑے بڑے آفیسر تک سب عزت کرتے تھے اور مہر و محبت سے پیش آتے تھے۔ سپاہی ہونے کے باوجود مجھے ہمہ وقت جونیر آفیسر یا کلرک میس میں علیحدہ رہائش کے علاوہ خدمت گار بھی دیا گیا، تاکہ فراغت کے ساتھ اپنے اعمال و وظائف میں مصروف رہوں۔ اس کے باوجود محاذ جنگ پر بھی گیا اور جان پر کھیل کر وطن عزیز کا دفاع کیا۔

ملازمت کے دوران ایک عجیب واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک بار میں اچانک سب کی نظروں سے اوجھل ہو گیا اور تین روز تک غائب رہا۔ پورے بٹالین نے مل کر مجھے تلاش کیا مگر کھوج نہ مل سکا۔ مجھے خود بھی معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوا۔ شاید میں اپنے حجرے میں ہی موجود تھا لیکن خود اپنی خبر اور لوگوں کی نظر سے غائب تھا۔

نوائے صوفیہ: اہل نوربخشیہ کے معاشی سماجی اور دینی احیاء کے لئے آپ نے ایک ملک گیر چندہ کیا تھا اس کے کیا نتائج نکلے۔ آپ کے ذہن میں کیا منصوبے تھے؟

فقیر صاحب: فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد میں نے ملت نوربخشیہ کے اسباب زوال کے متعلق سوچنا شروع کیا تو مجھے اس کی سب سے اہم وجہ معاشی اور تعلیمی پسماندگی نظر آئی۔ میرے خیال میں معاشی خوشحالی کے بغیر ایک خوددار قوم کی حیثیت سے اپنے آپ کو منوانا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔ اسی فکر کے پیش نظر میں نے ملک گیر چندہ کیا۔ جس میں اہل خصوص نے دل کھول کر مدد کی اور لاکھوں کروڑوں روپے انجمن نوربخشیہ کے اکاؤنٹ میں جمع ہوئے۔ میری سوچ بہت اونچی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ صوفیہ نوربخشیہ کی ایک معیاری یونیورسٹی قائم ہو جہاں دین کی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید سائنسی تعلیم بھی دی جائے مگر میں اس دشت میں اکیلا مسافر تھا کوئی ہم نفس ایسا نہ ملا جو اس خواب کو حقیقت بنانے میں میرا ساتھ دیتا۔ بلکہ کچھ کرم فرماؤں نے میرے راستے میں ہر ممکن رکاوٹ کھڑی کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ میرا خواب تو کماحقہ شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا لیکن اللہ کا کرم ہے کہ میں نے اس قومی امانت کو ضائع نہیں ہونے دیا۔ پائی پائی کا حساب محفوظ رکھا اور مجھے فخر ہے کہ اس وقت مسلک کی ترقی و تعمیر کا جو بھی کام ہو رہا ہے وہ اسی چندے کا نتیجہ ہے۔ ہم نے مسلک کے نام پر خاصی جائیداد پیدا کی جس میں سکردو شہر میں گیارہ کنال قطعہ اراضی بھی شامل ہے۔ سکردو شایان شان طریقے سے مدرسہ قائم کیا ہے اور اس کی عمارت بنائی ہے جس میں آٹھ دکانیں بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ سکردو میں خانقاہ نوربخشیہ کی تعمیر بھی ہوئی جس پر تمام اہل مسلک کی رضاکارانہ خدمات اور عطیات کے باوجود پچپن لاکھ روپے خرچ ہوئے۔ اس خانقاہ کی شکوہ و سطوت کی بلتستان بھر میں نظیر ملنا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کام کی مجموعی نگرانی کا فرض مجھے ہی سونپا گیا تھا۔ خانقاہ کا نقشہ معروف آرکیٹیکٹ غلام حسن کھرکوی صاحب نے بنایا۔ دیگر کاموں کی تفصیل آپ کے

رسالے میں پہلے ہی چھپ چکی ہے۔

نوائے صوفیہ: آپ کے نزدیک دینی تعلیم کے علاوہ مروجہ اور جدید تعلیم کی کیا اہمیت ہے؟ آپ کی تنظیم نے نوجوانوں کو جدید تعلیم دلانے کے لئے کیا کردار ادا کیا ہے؟

فقیر صاحب: میرے نزدیک جدید تعلیم اس قوم کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ ہمارے سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی یافتہ اقوام کے شانہ بشانہ چلنے کے علاوہ ہرگز ہرگز کوئی چارہ کار نہیں ہے اور طالبعلموں کو جدید تعلیم کے حصول میں سخت محنت کرنے کے علاوہ کسی بات کی گنجائش نہیں ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اکثر گھروں میں طالبعلموں کا کوئی نظام الاوقات (TIME TABLE) نہیں ہے۔ انشاء اللہ اگر فرصت اور فراغت ملے تو میں گھر گھر جا کر ان سے ٹائم ٹیبل ہوادوں گا۔ میری خواہش ہے کہ جو طالبعلم مالی مشکلات کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم سے محروم رہتے ہیں ان کی مالی معاونت ہو۔ ہماری تنظیم نے کئی طلباء کو پیشہ ورانہ کالجوں میں تعلیم کے لئے مالی معاونت کی ہے اور اب وہ ماشاء اللہ ڈاکٹر انجینئر بن گئے ہیں۔ ایسے طلباء کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ برسر روزگار آنے کے بعد کم از کم ان کی تعلیم پر اٹھنے والے اخراجات انجمن کو واپس کریں تاکہ کار خیر کا یہ سلسلہ جاری و ساری رہ سکے۔

نوائے صوفیہ: اعتکاف نشینی کے عمل کی کیا اہمیت ہے؟ نیز یہ بتایئے کہ سلسلۃ الذہب الصوفیہ کی کیا نمایاں خصوصیت ہے جو اسے دیگر مکاتب فکر اور سلسلہ ہائے تصوف سے ممتاز بناتی ہے؟

فقیر صاحب: سلسلۃ الذہب اور مسلک صوفیہ نوربخشیہ کی ایک اہم خصوصیت کی طرف آپ نے خود اشارہ کیا ہے۔ اس مسلک میں اعتکاف کا عمل فرض کفایہ بھی ہے، سنت بھی ہے اور نوافل میں بھی شامل ہے۔ اعتکاف نشینی سرور کائنات کی حسین ترین سنت ہے۔ آپ نے غار حرا کی تنہائی میں عبادت اور مراقبہ کیا جس کے دوران رب العالمین نے آپ کو خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اعتکاف نشینی کے عمل سے ایک صالح اسلامی معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

بزرگان سلسلۃ الذہب کے تصوف کی نمایاں ترین خصوصیت شریعت محمدیہؐ پر سختی کاربند ہونا ہے۔ ہمارے بزرگان دین کے ہاں تصوف اور طریقت کے نام پر شریعت سے انحراف کی ہرگز گنجائش نہیں ہے۔ بدقسمتی سے بعض نام نہاد صوفیوں نے احکام شرعی کا مذاق اڑا کر تصوف کو بدنام کیا ہے۔ ہمارے نزدیک طریقت شریعت کی عملی صورت کا نام ہے اور احکام شرعیہ سے سرِمو انحراف کی بھی کسی مسلمان کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اہل تصوف کا ہر عمل بھی سختی کے ساتھ حدود شریعت محمدیہؐ میں قید ہے۔ ہاں البتہ مجذوب مستثنیٰ ہے۔ اس کے علاوہ اگر تصوف کی اگر کوئی شکل ہے تو وہ منفی تصوف ہے اسے آپ چاہیں عجمی تصوف کہیں یا ہندی تصوف کا نام دیں یہ روح اسلام سے مطابقت نہیں رکھتا۔ بزرگان سلسلہ ذہب کی پاک زندگیاں سراسر جہاد فی سبیل اللہ سے عبارت تھیں جس کے بارے میں ڈاکٹر اقبال نے فرمایا تھا۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کہ رسم خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

ان بزرگوں کی زندگیاں سخت کوشی اور جہد مسلسل کی تصویریں تھیں۔ انہوں نے مسلسل علمی، فکری اور سیاسی میدانوں میں جہاد کیا۔ دین اسلام کی سربلندی کے لئے شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ نے تین مرتبہ ربع مسکون کا سفر اختیار کیا اور کشمیر و بلتستان سمیت چہار دانگ عالم میں دین مصطفوی کا بول بالا کیا

تذکرۂ اہل وفا

# غلام حسن نوری شہید (تمغۂ جرأت)

م۔ ش کوروی

ہر خاکِ شہیدے برگہائے لالہ می پاشم
کہ خونش با نہالِ ملتِ ما سازگار آمد

(اقبالؔ)

علاقہ کورو بلتستان کے مایۂ ناز سپوت غلام حسن شہید کو حالیہ کرگل کی لڑائی میں بے مثال داد شجاعت دینے کے اعتراف میں حکومت پاکستان کی طرف سے تمغۂ جرأت سے نوازا گیا ہے۔ یہ اعزاز صدر مملکت خداداد پاکستان جناب محمد رفیق تارڑ نے ان کے ماموں غازی حاجی محمد علی کو عطا کیا۔



غلام حسن شہید کی ایک یادگار تصویر

غلام حسن شہید ۱۹۶۲ء میں موضع کورو میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کورو میں ہی حاصل کی۔ سکردو ہائی سکول سے میٹرک پاس کرنے کے بعد ناردرن لائٹ انفنٹری میں بحیثیت سپاہی نومبر ۱۹۸۰ء میں بھرتی ہوئے۔ وہ ترقی پاکر لانس نائیک اور پھر حوالدار کے رینک پر پہنچے۔ معرکۂ کرگل کے دوران وہ بٹیال سیکٹر پر سرحدوں کی حفاظت پر معمور تھے۔ غلام حسن اپنے وفادار ساتھیوں کے ساتھ مل کر دشمن کے پے در پے حملوں کو پسپا کرتے رہے۔ ۱۳ جون ۱۹۹۹ء کو غلام حسن شہید اور ان کے ساتھیوں پر دشمن کی ایک بڑی تعداد نے حملہ کیا جس پر غلام حسن شہید نے جوابی کارروائی کی۔ بے تحاشا گولہ باری کے درمیان ایک گولی ان کی پیشانی پر بائیں جانب اور ایک دائیں کندھے پر سامنے سے لگی جس سے وہ شدید زخمی ہوئے لیکن اپنے زخموں کی پروا نہ کرتے ہوئے وہ حملہ آوروں کے سامنے چٹان کی طرح ڈٹے رہے اور وطن عزیز کی عزت وناموس اور اللہ کے دین کی سربلندی پر اپنے خون کا آخری قطرہ بھی نچھاور کر دیا اور یوں منصب شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے۔ ان کی نعش دشمن کے ہاتھ لگی جسے بھارت نے بین الاقوامی ریڈ کراس کے حوالے کیا چنانچہ نعش بذریعہ کراچی راولپنڈی لائی گئی۔ مسافت کی دوری اور خراب موسم کی وجہ سے نعش بطور امانت راولپنڈی میں دفن کی گئی ہے جسے بعد ازاں غلام حسن شہید کی بیوہ اور ان کے ماموں ریٹائرڈ صوبیدار حاجی محمد علی اور برادر حقیقی نے وصول کیا اور ۱۲ اگست ۱۹۹۹ء کو پورے فوجی اعزاز کے ساتھ ان کے آبائی گاؤں کورو میں دفن کیا گیا۔ شہید کی قبر پر ایک سربلند قومی جھنڈا نصب کیا گیا ہے۔ جس کو دیکھ کر گاؤں کے لوگوں کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۲۶ پر)

اخبار التصوف

# دنیائے تصوف کی خبریں

جی۔ ایچ معروفی

## مدرسہ شاہ ہمدان میں یومِ علیؑ کا جلسہ :

۲۳ اکتوبر مطابق ۱۳ رجب المرجب کو مسجد شاہ ہمدان سیٹلائٹ ٹاؤن سکردو میں ایک عظیم الشان جلسہ بسلسلہ یومِ ولادت باسعادت حضرت علی مرتضیٰ و علی ثانی حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ منعقد ہوا جس میں عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ قاری غلام رسول کی تلاوت کلام پاک کے بعد احمد علی عارف اور ہمنوا نے حمد باری تعالیٰ اور محمد اسلم ساجد نے نعت رسول مقبولؐ پیش کی۔ اس محفل سعید کے صدر مجلس مولانا محمد ابراہیم فیضی مہمان خصوصی مولانا شکور علی انور اور سٹیج سکریٹری محمد حسین تھے۔

آغاز قاری محمد حسین نے مولائے متقیان کی شان میں اپنے تازہ نذرانہ عقیدت سے کیا۔ طالبعلم نور حسن نے قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المؤدۃ فی القربیٰ پر سیر حاصل بحث کی۔ محمد حسین نے وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور اس بات کو اجاگر کیا کہ حضرت علیؑ نے کس طرح خدا کی عبادت کی۔ محمد امین اور حبیب اللہ نے حضرت امیر کبیر کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کئے۔ طالبعلم گلزار حسین درجہ ثالثہ نے ولتکم منکم یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر کی تشریح و توضیح کرتے ہوئے حضرت امیر کبیر کی تبلیغی مساعی کا بیان کیا۔ شبیر حسین درجہ رابعہ نے لقد جاء کم نور و کتاب مبین پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ یہاں نور سے مراد حضرت محمد مصطفیٰؐ اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ نیز حضرت علیؑ اسی نور سے پیدا کئے گئے جس سے پیغمبر خدا کو پیدا کیا گیا۔ حبیب اللہ طالبعلم نے حضرت علیؑ کی شان میں منقبت پیش کی اور بشارت علی طالبعلم نے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولاھم یحزنون کے موضوع پر تقریر کی اور کہا کہ خوف مستقبل کے ساتھ خاص ہے جبکہ حزن ماضی کے ساتھ وابستہ ہے۔

مہمان خصوصی مولانا شکور علی انور صاحب نے آیت کریمہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم تعلمون کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ یہاں ذکر سے قرآن مجید مراد ہے۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ اہل الذکر سے مراد حضرت علیؑ ہے۔ جن کے متعلق حضورؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ آپ اس امت کے ہادی ہیں۔ بعد ازاں استاد محترم جناب ذاکر علی حیدری نے حضرت علیؑ کے کردار پر ایمان افروز گفتگو کی۔

آخر میں صدر جلسہ مولانا محمد ابراہیم فیضی نے ولادت مولائے متقیان حضرت علیؑ کے موضوع پر قارئین کو مستفید کیا۔ عالم اسلام کی سلامتی اور اور فلسطین و کشمیر کی آزادی کے لئے دعاؤں کے ساتھ اس بابرکت مجلس کا اختتام ہوا۔

فرمان علی شگری

سکریٹری نشرواشاعت

باقی صفحہ نمبر ۲۷

## بقیہ صوفیہ نوربخشیہ

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و لا تفرقوا ط

کی تفسیر میں مفسرین میں سے بعض نے حبل اللہ سے اللہ کا کلام، بعض نے علمائے شریعت، بعض نے مشائخ طریقت اور بعض نے اہل بیت رسول کریمؐ مراد لیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے۔ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی الا فتمسکوا بھما فانھما حبلان لا ینقطعان الی یوم القیامہ

"یقیناً میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک تو خدا کی کتاب قرآن اور دوسری میری عترت ہے سو تم ان دونوں کو تھام کر رکھنا یہ دونوں ایسی رسیاں ہیں جو قیامت تک نہ ٹوٹنے والی ہیں۔"

اور بعض روایات میں عترتی کی جائے سنتی (میری سنت) کا لفظ آیا ہے اور ان دونوں کا مفہوم اور مقصد ایک ہی ہے کیونکہ عترت سنت پر عمل کرنے والی ہے اور سنت تو عترت کا معمول ہے۔ (کتاب سلسلۃ الذھب)............(جاری ہے)

الٰہی بحق المصطفیٰ و وصیہٖ
و سبطیہ و السجاد ذی الثفنات
و باقر علم الانبیاء و جعفر
و موسیٰ نجی اللہ فی الخلوات
و بالطہر مولانا الرضی و محمد
تلاہ علی خیرۃ الخیرات
و بالحسن الہادی و بالقائم الذی
یقوم علی اسم اللہ و البرکات
الٰہی انلنی ما رجوت بحبہم
وبدل خطیاتی بہم حسنات

غوث المتاخرین شاہ سید محمد نوربخش

## بقیہ غلام حسن شہید (تمغۂ جرأت)

غلام حسن شہید ابتدائی عمر سے ہی دین دار اور پابند صوم و صلوٰۃ تھے چنانچہ وہ نوری کے لقب سے ملقب ہوئے اور حلقۂ احباب میں اسی نام سے ہی جانے پہچانے جاتے تھے۔

غلام حسن ماہنامہ نوائے صوفیہ کا نمائندہ تھے۔ اس رسالے کی آغاز اشاعت سے ہی وہ اس کے مستقل خریدار اور قاری تھے یہ اس وقت کی بات ہے کہ رسالے کی اشاعت باقاعدہ بھی نہیں تھی۔ رسالے کی مستقل اشاعت کے ساتھ وہ اس کا نمائندہ بنے اور اس کی ترویج اور فروغ کے لئے ہر ممکن تعاون کرتے رہے۔ انہیں اس رسالے سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ کبھی پرچہ نہ ملتا یا ملنے میں تاخیر ہو جاتی تو وہ بہت بے چین ہو جاتے تھے۔ شہادت کے وقت بھی نوائے صوفیہ ان کے ساتھ تھا۔ وہ انجمن اسلامیہ نوربخشیہ کورو کے بھی سرگرم رکن تھے۔

انجمن اسلامیہ نوربخشیہ کورو اور ادارہ نوائے صوفیہ کے لئے ان کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

غلام حسن شہید کو تمغۂ جرأت عطا کر کے حکومت پاکستان نے ان کی بے مثال بہادری اور حب الوطنی کا اعتراف تو کر ہی لیا ہے لیکن سب سے بڑا اعزاز وہ ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے انہیں عطا ہوا ہے اور یہ خلعت شہادت ہے۔ کیونکہ اللہ پاک نے شہید کے لئے حیات جاودانی کی نوید سنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے اعلان حق ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون کی رو سے شہید غلام حسن کو اپنے ہاں سے فراواں رزق عطا فرمائے اور غریق رحمت فرمائے۔ اور جملہ مؤمنین کو بھی شہید کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایمانی زندگی گزارنے اور اللہ کی راہ میں متاع جان کی قربانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ☆☆

## بقیہ خبریں

### اعتذار وانتباہ :

ماہنامہ "نوائے صوفیہ" میں "آپ کے مسائل اور ان کا حل" کے عنوان سے قارئین کے بذریعہ ڈاک موصول ہونے والے شرعی مسائل کے جوابات ابتداء سے ہی باقاعدگی کے ساتھ شائع ہورہے ہیں۔ یہ ایک نہایت ہی مفید سلسلہ ہے جس کی بدولت ہزاروں مؤمنین کو دینی مسائل سے آگاہی میں آسانی پیدا ہوئی ہے۔ جہاں قارئین نیک نیتی سے سوال پوچھتے ہیں وہاں قبلہ علامہ صاحب اور مدیران نوائے صوفیہ بھی نہایت خلوص اور نیک نیتی سے ان کے جوابات شریعت محمدیہ کی روشنی میں شائع کرتے ہیں مگر انسانوں کی اس دنیا میں کچھ ایسے افراد بھی ہیں جو اس قسم کے اعلیٰ مقصدیت کے حامل کام کو بھی بدنیتی کا کالک لگا دیتے ہیں۔ نوائے صوفیہ کے جوابات کا مقصد کسی فرد یا گروہ کی دل آزاری یا اسے کسی قسم کا دنیوی نقصان پہنچانا ہرگز نہیں ہے لیکن کچھ لوگ بلا ضرورت ایسے سوالات بھی پوچھتے ہیں کہ ان سے معاشرے میں انتشار پھیلانا یا امن و محبت کی فضا کو نقصان پہنچانا مطلوب ہوتا ہے۔ ستم یہ کہ فرضی نام سے یا کسی اور شریف آدمی کے نام سے سوال بھیجتے ہیں۔ اس طرح کی کئی مثالیں ہمارے مشاہدے میں آئی ہیں ان میں ایک واقعہ احمد علی صاحب FIA کرائم برانچ کا ہے جنہوں نے اطلاع دی ہے کہ نوائے صوفیہ کے شمارہ نمبر ۷ ماہ اپریل ۱۹۹۹ء میں ان کے نام سے کسی نے سوال شائع کرائے ہیں جس کا انہیں دکھ اور افسوس ہے۔ ادارہ نوائے صوفیہ کو بھی اس واقعے کا افسوس ہے اور ہم احمد علی صاحب کو پہنچنے والی ذہنی پریشانی کے لئے ان سے معذرت خواہ ہیں۔

اپنے ذاتی غرض کے لئے اس معتبر ادارے سے غلط فائدہ اٹھانے والوں سے گزارش ہے کہ وہ مستقبل میں ایسی حرکات کا اعادہ نہ کریں تو یہ دین وملت پر ان کا احسان ہوگا۔

(ادارہ)

### یوم ولادت شاہِ مردانؑ وشاہِ ہمدانؒ :

۲۴ اکتوبر کو براہ بلتستان میں ایک عظیم الشان جلسہ بسلسلہ یوم ولادت حضرت علیؑ وحضرت شاہ ہمدانؒ کے موقع پر ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں این وائی ایف کے کارکنوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تقریب کی صدارت معروف مذہبی شخصیت سید جمال الدین صاحب نے کی جس میں سیکڑوں اہل نوربخشیہ نے حصہ لیا مقررین نے حضرت علیؑ اور حضرت شاہ ہمدانؒ کی سیرت وکردار پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور ان کے نقش قدم پر چلنے پر زور دیا اور عوام سے مطالبہ کیا کہ وہ اتفاق واتحاد اور بھائی چارے کو فروغ دیں اور فضا صوفیہ نوربخشیہ زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔ مقررین میں مفتی عبداللہ صاحب، سید مختار صاحب خپلو، سید حبیب اللہ صاحب سلینگ، ڈاکٹر غلام مہدی صاحب، مراد علی نوری صاحب، اقبال صاحب کونسلر، مولانا محسن سرموی صاحب، احسان علی دانش صاحب اور نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کے عہدیدار شامل تھے۔

استاد شکور علی اسلام آباد

### اعتکاف کے نورانی اجتماعات :

گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی موسم گرما میں دس روزہ اعتکاف کے سلسلے میں کھلو بروق میں تصوف کے پروانوں کا نورانی اجتماع ہوا۔ اس عظیم محفل عبادت وریاضت کی قیادت استاد محترم فقیر محمد ابراہیم صاحب نے کی۔ اس اعتکاف نشینی میں ۱۲۰ خوش نصیب شریک تھے جن میں سید ذاکر صاحب



جناب فقیر حاجی محمد ابراہیم صاحب کے دورہ اسلام آباد کے موقع پر ڈاکٹر غازی محمد نعیم اور بی ایچ معروفی نوائے صوفیہ کے لئے ان کا انٹرویو لے رہے ہیں۔

، اخوند عبداللہ صاحب، بوا غلام علی صاحب، بوا کریم صاحب، بوا حسن صاحب اور بوا رسول صاحب نگرانی کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ استاد محترم نے شاگردوں کی تربیت پر خصوصی توجہ دینے کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت اور ورد و وظائف کے فوائد پر روشنی ڈالی۔ اعتکاف کے آخری روز پر رونق جلسہ منعقد ہوا جس میں معتکفین کے علاوہ مخلصین صوفیہ نوربخشیہ نے شرکت کی۔ جلسے سے جناب بوا اسلام صاحب، بوا احسنو صاحب، بوا عباس صاحب، اور اخوند حسین صاحب کے علاوہ کافی تعداد میں مقررین نے خطاب کیا۔ تقریب کے اختتام پر حمد و نعت کی محفل منعقد ہوئی۔ عالم اسلام کی سربلندی اور امت مسلمہ کے اتحاد و اتفاق کے لئے جناب بوا داؤد صاحب کی خصوصی دعا کے ساتھ اس تقریب کا اختتام ہوا۔

خپلو کے علاوہ براہ اور کورو میں بھی دس روزہ اعتکاف نشینی عمل میں آئی۔

اخوند محمد حسین خپلوی اسلام آباد

## نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کے عہدیدار:

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کے رابطہ سکریٹری اکبر جاوید لبدالی کے مطابق این وائی ایف کے ارکان کا حلف سید نواز حسین محبوی نے لیا ہے ان عہدیداروں کے نام درج ذیل ہیں۔

| | |
|---|---|
| ۱۔ مرکزی چیئرمین | مولانا مہدی زمان شیگری |
| ۲۔ صدر | علی خان ظفر |
| ۳۔ سینئر نائب صدر | سید ممتاز حسین محبوی |
| ۴۔ نائب صدر | احسان علی سعودی |
| ۵۔ جنرل سکریٹری | ہادی علی تمنا |
| ۶۔ رابطہ سکریٹری | اکبر جاوید لبدالی |
| ۷۔ نشر و اشاعت | ممتاز حسین |
| ۸۔ ڈپٹی رابطہ سکریٹری | ایم حسنین لبدالی |
| ۹۔ آفس سکریٹری | نور محمد نوری |
| ۱۰۔ جوائنٹ سکریٹری | بشارت حسین |
| ۱۱۔ ڈپٹی آفس سکریٹری | محمد افضل شگری |
| ۱۲۔ خزانچی | محمد موسیٰ اخوندزادہ |

ممبران میں محمد خان لبدالی، فدا حسین لبدالی، محمد اقبال حسنی، یوسف علی، نثار علی، شیر علی، محمد منظور اکبر حسین اور دیگر نوجوانان گلاب پور شامل ہیں۔

رابطہ سکریٹری NYF

## مبارکباد :

شاہ ہمدان سٹوڈنٹس فیڈریشن گون سرموں اسلام آباد کا ایک اہم اجلاس زیر صدارت شیخ عبدالکریم صاحب ہوا جس میں غلام محمد سرموی کو حکومت پاکستان کی طرف سے تمغہ بسالت دیئے جانے پر خراج تحسین پیش کیا گیا۔

ریاض حسین سرموی جنرل سکریٹری
شاہ ہمدان سٹوڈنٹس فیڈریشن سرموں گون

## یوم ولادت حضرت سیدۃ النساءؑ :

۳۰ ستمبر کو مسجد شاہ ہمدان سیٹلائٹ ٹاؤن سکردو میں ایک پروقار تقریب بسلسلہ یوم ولادت باسعادت جناب خاتون محشر سیدہ فاطمۃ الزہراؑ منعقد ہوئی۔ جس میں طلباء، اساتذہ اور عوام الناس کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ سٹیج سکریٹری محمد حسین سریکی، قاری نثار علی ترابی، نعت خوان سلیم عباس اور مقررین میں حبیب اللہ، محمد ابراہیم، عبدالرحمٰن ہاشمی، مہتمم مدرسہ دولت علی تھلوی صاحب، احمد علی عارف، احسان علی دانش (ساعر) ، پرنسپل مدرسہ جناب علی محمد ہادی صاحب اور صدر جلسہ مولانا محمد یوسف صاحب شامل تھے۔ جنہوں نے سیدہ فاطمہ زہراؑ کی سیرت پاک کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی اور ان کے فضائل و مناقب بیان کئے۔

فرمان علی شیگری
سکریٹری نشرواشاعت

## NYF گلاب پور کا اجلاس :

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن گلاب پور شیگر کا اجلاس زیر صدارت جناب علی ظفر خان منعقد ہوا جس میں تمام اراکین نے شرکت کی۔ اس اجلاس سے احسان علی نائب صدر، محمد حسین لبدالی سکریٹری نشرواشاعت، اکبر جاوید لبدالی جناب علی ہادی تمنا، اور جناب علی ظفر خان نے خطاب کیا۔ انہوں نے معاہدہ بلغار کو سراہتے ہوئے اتحاد و اتفاق کی اہمیت پر زور دیا اور این وائی ایف کے اراکین پر زور دیا کہ وہ مسلک نوربخشیہ کی ترقی اور ترویج کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔

منجانب رابطہ سکریٹری

## شیوک ایجوکیشنل اکیڈمی :

سکمہ سٹوڈنٹس ویلفیئر آرگنائزیشن کے زیر اہتمام شیوک ایجوکیشنل اکیڈمی کشوباغ سکردو میں زیر تعلیم وادی چھوربٹ کے طلباء و طالبات کے تعلیمی مسائل معلوم کرنے کے لئے حاجی فقیر محمد ابراہیم صاحب اور جناب محمد اقبال صاحب کونسلر نے اکیڈمی کا دورہ کیا اور ادارے سے تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ اس کے علاوہ سنٹرل ایشیا انسٹیوٹ کے چیف پیٹرن ڈاکٹر گریگ اور بلتستان پروجیکٹ کے صدر جناب غلام محمد نے بھی اکیڈمی کا دورہ کیا اور طلباء میں تعلیمی مواد تقسیم کئے۔ ڈاکٹر گریگ نے اکیڈمی کے لئے اگلے سال جون تک عمارت کی تعمیر کا اعلان کیا۔ سکمہ سٹوڈنٹس ویلفیئر آرگنائزیشن کے اراکین سکریٹری تعلیم خواجہ مرداد، علی خان صاحب ڈی۔ اور حاجی ثناء اللہ صاحب سابقہ ڈی سی سکردو کے تعاون کو سراہتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

## جامعہ اسلامیہ نوربخشیہ پچھی کا اجلاس :

جامعہ اسلامیہ نوربخشیہ پچھی ٹبلو میں ایک اجلاس زیر صدارت حاجی اخون محمد ابراہیم صاحب منعقد ہوا جس میں تمام

ر ... وں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ ممبران نے اتفاق رائے سے اخون حسن صاحب کو دوبارہ صدر اور محمد رضا بگتی صاحب کو جنرل سکریٹری نامزد کیا۔

جنرل سکریٹری

## گلاب پور شیگر میں جلسہ :

انجمن تحفظ تصوف ویلفیر سوسائٹی (رجسٹرڈ) گلاب پور و مرکزی نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کے زیر اہتمام ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس کی صدارت سید نواز حسین حمیدی صاحب نے کی اور مہمان خصوصی کے طور پر علامہ علی محمد ہادی صاحب کو مدعو کیا گیا۔ سٹیج سکریٹری این وائی ایف کے رابطہ سکریٹری اکبر جاوید ابدالی تھے۔ مولانا محمد جعفر کی تلاوت کلام پاک کے بعد محمد نسیم رحمانی نے نعت رسول مقبول پیش کی۔ مقررین میں اخوند موسیٰ نے اوراد فتحیہ کی فضیلت پر، مولانا محمد جعفر نے حضرت علی و حضرت شاہ ہمدانؒ کے ایام ولادت کی اہمیت پر، مولانا محمد نسیم رحمانی نے فضائل علی پر، مولانا محمد تقی نے مذہب صوفیہ نوربخشیہ کے حالات وواقعات پر، جناب ماسٹر عبدالرحمن نے فضائل قرآن پر اور جناب مولانا محمد اسماعیل نے عشق خدا کے لئے اتباع شاہ سید کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

مفتی علی محمد ہادی صاحب نے بزرگان سلسلۃ الذہب کی مساعی کو خراج عقیدت پیش کرنے کے ساتھ ساتھ این وائی ایف کے جوانوں کی حمیت دینی کو بھی سلام پیش کیا۔ آخر میں صدر محفل سید نواز حسین حمیدی صاحب نے عالم اسلام کے مسائل اور مصائب کے حل کے لئے دعائے خیر کی اور این وائی ایف کے نوجوانوں کا شکریہ ادا کیا۔

اکبر جاوید ابدالی رابطہ سکریٹری

## بقیہ فقیر ابراہیم صاحب سے انٹرویو

بھی اس مدرسے کے ساتھ عملی تعاون کریں۔

نوائے صوفیہ: آپ کے نزدیک مسلک کی ترقی کے لئے نشر واشاعت کی کیا اہمیت ہے؟ اس سلسلے میں نوائے صوفیہ کے کردار پر اظہار خیال فرمائیں۔

فقیر صاحب: نشر واشاعت کی شعبہ دین حقہ کی ترقی کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ بدقسمتی سے ماضی میں اس اہم ترین شعبے پر توجہ نہ دینے کی وجہ سے ہم انحطاط کا شکار ہو گئے۔ دور جدید میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت دوچند ہو گئی ہے اور ہمیں اپنے دین کے احیاء کے لئے نشر واشاعت پر خصوصی توجہ دینی چاہئے۔ یہ امر خوش آئند ہے کہ گزشتہ ایک دو دہائیوں میں ہمارے کئی علماء نے اس طرف توجہ دی ہے مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی قلمی کاوشوں کی اشاعت کا بندوبست ہو۔ میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ ہر علاقائی تنظیم اور مرکزی تنظیم یا انجمن کو اپنی آمدنی کا ایک معتدبہ حصہ نشر واشاعت کے لئے مخصوص کرنا چاہئے جس سے حاصل شدہ آمدنی پھر انہی تنظیموں کو واپس ہوگی۔

نوائے صوفیہ کی کارکردگی سے سب مطمئن ہیں۔ اس رسالے نے جہاں نوربخشی نوجوانوں میں خودداری اور بیداری پیدا کر کے ان کو احساس کمتری سے نکالا ہے اور صوفیہ نوربخشیہ کا قومی تشخص اجاگر کیا ہے وہاں دنیا بھر میں یہ مسلک صوفیہ نوربخشیہ کے تعارف کا ذریعہ بھی بنا ہے۔ خاص کر اس رسالے کی بدولت لداخ اور دراس کے اہل نوربخشیہ سے صدیوں بعد پہلی بار ہمارا رابطہ پیدا ہوا جو ایک گراں قدر کارنامہ ہے۔ میرے نزدیک مستقبل میں اس مسلک کا ہر اشاعتی کام 'ادارہ نوائے صوفیہ' کی کمان میں ہونا چاہئے۔ ☆

نامۂ سالک

# قارئین کے خطوط

ہومیو ڈاکٹر ایم اے شاہد

ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ نوائے صوفیہ قرآن وسنت کے مطابق مضامین اور بزرگان دین کی تعلیمات کو شائع کرنے کے علاوہ دنیائے تصوف کی خبروں سے بھی اہل تصوف کو آگاہ رکھتا ہے۔ نوربخشیہ کی تبلیغ میں یہ سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

فرمان علی طالبعلم

مدرسہ شاہ ہمدان سکردو

میں اس وقت امریکہ میں اولڈ کیئر ہسپتال واشنگٹن میں زیر علاج ہوں ۔ آج ندامت اور پچھتاوے کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ کہ جس مرض کی تشخیص آپ نے کی تھی سیکڑوں ڈالر خرچ کرنے کے بعد اسی کی نشاندہی ہوئی ہے جبکہ علاج میں کوئی پیش رفت نہیں اس سے بہتر علاج آپ کے پاس ہو رہا تھا۔ میرے لئے دعا کیجئے۔

ڈاکٹر وحید احمد خان سابق سکریٹری

حکومت پاکستان مقیم امریکہ

اللہ کا کرم ہے کہ نوائے صوفیہ مسلسل موصول ہو رہا ہے۔ مضامین قابل تعریف ہیں اللہ ہم سب کو شریعت محمدیہ کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ امبازی ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ تقریباً سو طلباء زیر تعلیم ہیں جن میں ۲۴ نودراہ کے طالب علم ہیں۔ سلسلہ تعلیم کے علاوہ جمعہ وجماعت بھی قائم ہے۔ رسید چھپنے پر ارسال کروں گا۔ حیدری صاحب کا خط رجسٹرڈ نہ ہونے کی وجہ سے تاخیر سے موصول ہوا۔ آئندہ کاغذات وغیرہ مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ کمیٹی امبازی ڈیرہ دون انڈیا کے نام پر ارسال کریں۔ حاجی ابراہیم زائر صاحب اور علامہ صاحب کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

اخوند علی حسن ناظم اعلیٰ مدرسہ

صوفیہ نوربخشیہ امبازی ڈیرہ دون انڈیا

نامساعد حالات کی وجہ سے کچھ عرصہ خط وکتابت کا سلسلہ منقطع رہا۔ رسالہ نہ ملنے کی وجہ سے یہ عرصہ بہت بے چینی میں گزرا۔ اب نوائے صوفیہ سے دوبارہ رشتہ جوڑ لیا ہے۔ قبلہ مفتی عبداللہ صاحب کا خط ملا لیکن کیسٹ نہیں پہنچا۔ کچھ سوالات نوائے صوفیہ کے لئے ارسال ہیں۔

جی ایم صوفی لداخ انڈیا

نوائے صوفیہ کی اشاعت میں تاخیر کے علاوہ ہمارے کالج کی لائبریری میں اس کی ترسیل منقطع ہے جس کی وجہ سے سیکڑوں طالبعلم اس سے فائدہ اٹھانے سے محروم رہ جاتے ہیں۔ مہربانی یہ سلسلہ دوبارہ بحال کریں۔

جی این اخلاقی ڈگری کالج سکردو

اس مہینے نوائے صوفیہ نہیں ملا مہربانی ترسیل باقاعدگی سے جاری رکھیں۔ میں اس رسالے کا شیدائی ہوں۔

محمد محمود بھٹی ملتان

نوائے صوفیہ ہم نوجوان طالبعلموں کے لئے ایک استاد کی مانند ہے اس کے مضامین بہت معیاری ہیں جن کی وساطت

سے تصوف کا آفاقی پیغام کل دنیا میں پہنچ رہا ہے۔

سید حسن شاہ و محمد شریف انقلابی سکردو

ملت نوربخشیہ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے پر اہل بلغار کو خراج تحسین اور مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

محمد بشیر انجمن صوفیہ نوربخشیہ کورو

حالیہ واقعات کے دوران محاذ جنگ پر بھی نوائے صوفیہ کا مطالعہ نہ چھوڑا۔ یہ زندگی کا ایک لازمہ بن گیا ہے۔ رسالے میں مولانا شکور علی انور کے مضامین قابل رشک ہیں۔

غلام عباس بلغاری 12NLI حال اسلام آباد

نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہوں۔ اس کی اشاعت میں تسلسل کو یقینی بنانے کی کوشش کریں اور پیکنگ بہتر بنائیں۔

شازی تھلے ریکھور

نوائے صوفیہ میں اختلافی مضامین شائع کرنے سے گریز کریں۔ اور اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

غلام حسن صدر نوربخشیہ یوتھ مومنٹ کریس

نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہوں لیکن غریب طالبعلم ہونے کی وجہ سے ادھر ادھر سے مانگ کر پڑھتا ہوں۔ میرے شوق کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک عدد رسالہ ارسال کیا کریں۔

غلام مہدی نسیم خپلو

علاقائی حالات کی ابتری کے پیش نظر بہت مصروف رہا اور سالانہ چندہ ارسال کرنے میں دیر ہوئی۔ آپ لوگوں کا مشکور ہوں کہ رسالے کی ترسیل بند نہیں کی۔

سپاہی احمد علی براہوی 10NLI

میرا تعلق سکردو سے کہیں اور ہو گیا ہے۔ برائے مہربانی آئندہ رسالہ میرے بھائی کے نام ارسال کریں۔

سپاہی کلرک منور علی خریداری نمبر ۷۴۸ سکردو

نوائے صوفیہ میں محترم شکور علی انور صاحب کے مضامین انتہائی معیاری اور قابل تحسین ہیں۔ اللہ ان کے زور قلم میں اضافہ کرے۔ ایک مضمون ارسال خدمت ہے۔

لبدالی شیر

سالانہ چندہ ارسال کرنے میں دیر ہوئی ایک مضمون بھی ارسال ہے جگہ دیں۔ ہر مہینے رسالے کا انتظار رہتا ہے مگر ہمیشہ دیر سے ملتا ہے۔

محمد باقر خیالی لاہور

رسالے کا پرانا قاری ہوں مضامین دلچسپ ہیں۔ انڈیا کے نوربخشیوں کی خبریں پڑھ کر سکون ملتا ہے۔

حوالدار کلرک غلام حسین بونجی

نوائے صوفیہ میں مولانا انور الکوروی کا مضمون "تعارف صوفیہ نوربخشیہ" بہت اچھا ہے۔ گزشتہ شمارے میں علامہ اقبال کا تاریخ پیدائش غلط درج ہوا ہے۔ پروف ریڈنگ کی طرف توجہ دیں۔

محمد یٰسین منیر طارق روڈ کراچی

نوائے صوفیہ میں پروف ریڈنگ اور پیسٹنگ کی کئی خامیاں ہیں۔ صرف کمپیوٹر کی غلطی نہیں ہو سکتی۔ آئندہ ہر خریدار کے نام کے ساتھ خریداری نمبر شائع کیا کریں۔ اگر کسی کا خط یا مضمون ناقابل اشاعت ہو تو اس سے آگاہ کیا کریں۔

کاچو فدا حسین شارگو

پوسٹ بکس نمبر 55540 دوبئی

## تھلے میں جلسہ:

۱۳ رجب ۱۹۹۹ء کو مدرسہ مظہر العلوم تھلے میں محفل میلاد حضرت علیؑ و حضرت امیر کبیرؒ زیر صدارت مولانا عبدالسلام صاحب منعقد ہوئی۔ (اشرف حسین لائبریرین)☆